اردو میں قرآن اور حدیث کے محاورات

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں

م اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لِٹ

شائع کردہ:- ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد

سنہ ۱۴۰۰ھ

۱۹۸۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محتویات

صحت نامہ

بارگاہِ الٰہی میں عاجز مؤلف شرمسار ہے کہ مقدس الفاظ کی کتابت میں بھی غلطیاں رہ گئی ہیں صفحات ذیل میں ناظرین کرام اس طرح تصیح فرما کر ممنون فرمائیں :-

۷(۴)۔ وَابْتَغِ	۶۵(۹)۔ كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ	۷۴(۱۶)۔ وَتُعْطِيَ	۸۷(۶)۔ اِذَا تَصَدَّقَ
۱۰(۷)۔ ولا ینفقون	۶۶(حاشیہ)۔ القلبَ	۷۵(۱۶)۔ مَا اسْتَطَعْتَ	۹۲(۷)۔ جَفَّ
۲۹(۱۰)۔ شماتةً	۶۷(۳) اُسْعَىٰ اِلَيْهَا	۷۸(۱)۔ القلوبَ	۹۴(۳)۔ وَكَلَهٗ
۳۴(۳)۔ ان تستغفر لهم سبعين	۷۱(۷)۔ يَنْفَعُ النَّاسَ	۸۰(۱)۔ تَفْزَعُوْا	۹۴(۹)۔ مَا يَفْنٰى
۵۱(۱۲)۔ اَطْوَلُ	۷۱(۱۲)۔ حَتّٰى يُحِبَّ	۸۱(۱۳)۔ اَبْنَاۤءِ الدُّنْيَا	۹۴(۱۱)۔ نَفْسَهٗ
۵۱(۱۵)۔ مُعَلَّقَتَانِ	۷۲(۱۱)۔ من لَا يَرْحَمُ	۸۵(۵)۔ كُرَهَ	۹۵(۵)۔ اَقْرِبَائِكَ
۵۳(۱)۔ كَتِفَيَ	۷۳(۹) من يُحْرَمِ الرِّفْقَ	۸۵(۱۳)۔ فِدَاكَ	
۵۷(۲)۔ خَوَاتِمَهٗ	يُحْرَمِ الْخَيْرَ	۸۶(۱۳)۔ يَسَارَ	

پیش لفظ

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ، سابق پروفیسر و صدر شعبہ اُردو جامعہ سندھ کی بلند پایہ تصنیف "اُردو میں قرآن اور حدیث کے محاورات" ادارے کی مطبوعات میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب کا بے حد شکر گذار ہوں کہ انہوں نے ہمارے ادارے کو اس خدمت کا موقع عنایت فرمایا۔

اُردو کے ذخیرہ الفاظ کو عربی زبان سے اور اس کے اسالیب بیان کو حدیث اور قرآن سے جو تونگری اور توانائی ملی اس کا ادراک تو بہتوں کو ہوگا لیکن اس کو علمی تحقیق کا موضوع بنانا ہر شخص کا کام نہیں۔ اس کے لئے جتنا علم اور مطالعہ درکار ہے وہ فی زمانہ اگر نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ اس کے لئے قرآن و حدیث کے گہرے مطالعے کے ساتھ اُردو کے وسیع لٹریچر پر نظر ہی کافی نہیں بلکہ محققانہ بصیرت اور ذوقِ مقارنہ کی بھی ضرورت ہے۔ اس قبیل کے مشکل علمی موضوعات پر قلم اٹھانا ڈاکٹر صاحب موصوف جیسے جامع حیثیات اسکالر ہی کا کام ہے۔ ڈاکٹر صاحب پچاس سے زیادہ علمی کتابوں اور لاتعداد تحقیقی مقالات کے مصنف ہیں۔ ان میں کچھ علمی اور ادبی ہیں تو کچھ دینی، لیکن زیرِ نظر کتاب بیک وقت علمی اور ادبی بھی ہے اور دینی بھی۔ اس قبیل کی ایک اہم کتاب "اقبال اور قرآن" بھی ڈاکٹر صاحب کا امتیازی کارنامہ ہے۔ وہ اس عمر میں بھی علمی کاموں میں مشغول و منہمک ہیں۔ ان دنوں وہ کئی دوسرے علمی کاموں کے علاوہ شیخ الہند کے اردو ترجمۂ قرآن کا انگریزی ایڈیشن تیار کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے علم و فضل، خدمت تدریس اور ادبی کارناموں کا سرسری ذکر بھی کیا جائے تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب سے فیض پاکر ہزاروں طلبہ نے ایم اے کی ڈگریاں حاصل کیں اور تیس سے زیادہ اسکالروں نے ان کی نگرانی میں ریسرچ کر کے ڈاکٹریٹ لی۔ ڈاکٹر صاحب علم و فضل، عزت و شہرت اور جاہ و حشمت کے ساتھ محبت اخلاص و بے نفسی، تقویٰ و طہارت اور صدق و صفا جیسی اعلیٰ صفات کے مالک ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ بفضلہ تعالیٰ مرجع خلائق ہیں۔ وہ ایک قابلِ احترام ہستی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تادیر انہیں سلامت رکھے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ علم و دین کی خدمت کر سکیں۔

(عبدالواحد ہالے پوتا)

ڈائریکٹر

ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔

۱۵ مئی ۸۰ء

نبیِ اُمّی (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم) کے نام

جن کے صدقے میں انسانیت نے وہ سب کچھ سیکھا جس کا اُسے علم نہ تھا

عَمَّتْ فَضَائِلُہٗ کُلَّ الْعِبَادِ کَمَا
عَمَّ الْبَرِیَّۃَ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

(حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

مقدمہ

اس مقالے کے دو۲ حصے ہیں: (۱) اردو میں قرآنی محاورات، اور (۲) اردو میں حدیث کے محاورات۔ پہلا حصہ رسالہ بیّنات (کراچی۔ مارچ تا اپریل ۱۹۶۴ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا حصہ آج سے قریب ۲ سال پہلے، ایک مؤقر رسالے میں اشاعت کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن بکثرت تقاضوں کے باوجود نہ وہ شائع ہوا اور نہ اُس کی کوئی خبر ملی۔ مجبوراً اس کے لئے ابھی دوبارہ کوشش کی گئی اور بحمد اللہ اس کی تکمیل ہو گئی، مقالے سے متعلق میرا معاملہ بقول علامہ اقبال کے، اب صرف یہ ہے کہ:۔

دریں پیری رہِ یثرب گرفتم — نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چو آں مُرغے کہ در صحرا سرِ شام — کُشاید پَر بفکرِ آشیانہ

میں اپنے محترم کرم فرما، فاضلِ گرامی ڈاکٹر عبدالواحد ہالی پوتہ صاحب مدّ مجدہ (ڈائرکٹر، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد) کا بہت ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنے ادارے سے اس مقالے کی اشاعت کا انتظام فرمایا۔ فجزاھم اللہ فی الدارین احسن الجزاء۔

احقر۔ غلام مصطفےٰ خاں

(حصّہ الف)

اردو میں قرآنی محاورات

خدا کا شکر ہے کہ اس کے اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام و پیام کو ہمارے اسلافِ کرام نے دنیا کے طول و عرض میں پہنچانے کی کوشش کی اور اسلام کی عملی زندگی سے بالواسطہ یا بلاواسطہ سبھی کو روشناس کرایا یہ انہی بزرگوں کا طفیل ہے کہ انسانی معاشرے میں ہمارے دین کے اثرات کچھ اس طرح رچ بس گئے ہیں، کہ ان کا پورا پورا اندازہ لگانا بھی آسان نہیں اور متعدد مستشرقین کی کوششوں کے باوجود اس تحقیق کے بہت سے گوشے ہنوز بے نقاب نہیں ہو سکے۔

برصغیر پاک و ہند میں عربوں، ترکوں، افغانوں اور ایرانیوں کے ذریعے اسلام پہنچا لیکن اس بارہ تیرہ سو سال کے عرصے میں یہاں کے مسلمانوں کو زیادہ تر فارسی سے واسطہ رہا ہے، چنانچہ فارسی کے توسط سے انھوں نے دین کا مطالعہ کیا اور اس مطالعہ کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ دین اور اس کے متعلقات پر جتنی فارسی کتابیں ہمارے ملک میں تیار ہوئی ہیں شاید اتنی خود ایران میں مُرتّب نہیں ہوئیں۔ علماء اور صوفیہ کی اسی لگن کی وجہ سے یہاں کی دینی حالت دوسرے اسلامی ممالک کے مقابلے میں قدرے غنیمت ہے۔

دین کی اشاعت کے سلسلے میں قرآن پاک کے فارسی ترجمے بڑی اہمیت رکھتے ہیں، یوں تو قرآن پاک کا سب سے پہلا فارسی ترجمہ جو ابھی تہران سے شائع ہوا ہے منصور بن نوح سامانی (۳۶۵ھ۔۳۵۰ھ) کے زمانے کے علما نے تیار کیا تھا۔ اسٹوری کی PERSIAN LITERATURE (جلد اول۔ حصہ اول و دوم) پھر LOTH پھر براؤن پھر RIEU اور ETHE وغیرہ کی فہرستوں میں بھی بہت سے فارسی ترجموں کا ذکر ہے لیکن ہمارے ملک میں مخدوم نوح ہالائی رحمۃ اللہ علیہ[1] (المتوفی ۹۹۸ھ) اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) کے فارسی ترجمے قدیم ترین سمجھے جاتے ہیں۔ اردو ترجمے شاہ عبدالقادر دہلویؒ (المتوفی ۱۲۳۰ھ) کے زمانے سے شروع ہوجاتے ہیں اور شاید سب سے زیادہ بامحاورہ اردو ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد (المتوفی ۱۳۳۰ھ) کا ہے۔ لیکن وہ ترجمہ کم ہے ترجمانی

---

[1] راقم الحروف کی کوشش سے مخدوم نوحؒ کے فارسی ترجمے کا پہلا پارہ ۱۹۶۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔

زیادہ ہے اور ڈپٹی صاحب مرحوم نے اس ترجمے کے دیباچے میں اعتراف بھی کیا ہے کہ بہت سے الفاظ کا ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بعض محاورات بھی ایسے ہیں کہ انسانی فکر حیرت کرتی ہے مثلاً واشتعل الرأس شیباً کس قدر فصیح و بلیغ محاورہ ہے! اس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا اور اگر کیا بھی جائے تو بے مزہ ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس صراطِ مستقیم، راہ پکڑنا (وابتغ بین ذلک سبیلا) منہ کرنا اور منہ پھیرنا (تولیۃ) کسی کے پیچھے تکلیف اٹھانا (فلعلک باخع نفسک علیٰ آثارھم) وغیرہ بکثرت قرآنی محاورات ایسے ہیں جو دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں رائج ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی فکر میں اللہ پاک نے کس قدر ہم آہنگی قائم رکھی ہے۔ بہر حال یہ خدا کا خاص انعام ہے کہ ان فارسی اور اردو ترجموں کی وجہ سے قرآن اور حدیث و فقہ وغیرہ دینی علوم سے بھی ہمارے ملک میں خاص لگاؤ رہا ہے اور شعوری یا لاشعوری طور پر قرآن (اور حدیث کے بھی) بکثرت محاورات اردو (اور فارسی میں بھی) بلاتکلف استعمال ہوتے ہیں۔ ہم یہاں اسماء الحسنیٰ کی عام تعداد کے مطابق صرف ننانوے قرآنی محاورات پیش کرتے ہیں:۔

(۱) پارہ ۱۔ (فاتحہ) اھدنا الصراط المستقیم: بتلا ہم کو راہ سیدھی۔

دنیا کی اکثر زبانوں میں یہ استعارہ آتا ہے جس سے بھلائی اور خیر مراد ہے۔ راہِ راست (فارسی) Right path (انگریزی) Reshta weg (جرمنی) Bon chemin (فرانسیسی) وغیرہ سب ایک ہی مفہوم اور معنی رکھتے ہیں۔

(۲) پارہ ۱۔ رکوع ۱:۔ ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ: مُہر کر دی اللہ نے اُن کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ یہ ان کافروں کے متعلق ہے جن کے لئے کفر مقرر ہو چکا اور جو دولتِ ایمان سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیے گئے جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ۔

اردو میں "دلوں پر مہر" آتا ہے۔ محمد حسین آزاد نے مان سنگھ کے متعلق لکھا ہے کہ "بنگال کے سفر میں ایک مقام پر شاہ دولت کے اوصاف و کمالات سُنے، خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اس کی پاکیزہ اور سنجیدہ گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ مان سنگھ مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ اس نے مسکرا کر کہا کہ خدا کی مُہر ہے بندہ کیوں کر اٹھائے کہ گستاخی ہے۔" (دربارِ اکبری)۔

مُہر لگ جانا بھی آتا ہے۔ حالی کہتے ہیں ؎

کروں تجھ سے بیاں کچھ دردِ غربت　　　مگر جوشِ سخن مُہرِ دہن ہے [۱]

(۳) "آنکھوں پر پردہ" بھی آتا ہے (پارہ ۱۶۔ رکوع ۲ میں اسی سے ملتا جلتا محاورہ ہے۔ الذی کانت اعینھم فی غطاءٍ عن ذکری (انشاء اللہ اس کا ذکر بعد میں آئے گا)۔ ظفر کا شعر ہے ؎

کیوں اِدھر چشمِ عنایت سے نہیں پڑتی نظر　　　پردے کیا آنکھوں پہ رنج بے سبب میں پڑ گئے

(۴) پارہ ۱۔ رکوع ۲:۔ صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فھم لا یرجعون: بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں۔ سو وہ نہیں لوٹیں گے۔ یہ منافقوں کے متعلق کہا گیا ہے۔

اردو میں صُمٌّ بُکْمٌ ہی محاورہ بن گیا ہے، یعنی خاموش اور دم بخود ہو جانا ــــ محمد حسین آزاد نے ذوق کے ایک قصیدے کے متعلق (پیری میں پُر ضرور ہے جامِ شرابِ ناب) لکھا ہے کہ "صبح کو دربار میں حاضر ہوئے وقتِ معین پر ایما ہوا کہ استاد اپنا قصیدہ عرض کریں۔ انھوں نے پڑھنا شروع کیا مگر کیا دیکھتے ہیں کہ تمام دربار دم بخود، کئی شعر پڑھ گئے سب صُمٌّ بُکْمٌ۔

(۵) پارہ ۱۔ رکوع ۲۔ واذا خلوا الی شیٰطینھم۔ اور جب وہ اپنے شیطانوں سے تنہائی میں ملتے ہیں۔ یہ خَلَوْا مصدر سے ہے۔ کسی سے تنہائی میں ملنا۔ تخلیہ کرنا اردو میں بھی آتا ہے۔ امیر اللہ تسلیم کہتے ہیں ؎

دوستوں سے انھیں اب ملنے کی فرصت ہی نہیں　　　تخلیہ غیر سے دن رات رہا کرتا ہے

دوسری جگہ (پارہ ۴۔ رکوع ۳) اس طرح ہے: واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو مارے غصے کے تم پر اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔ یہاں بھی تخلیہ اور تنہائی مراد ہے۔

(۶) پارہ ۱۔ رکوع ۲:۔ ویمدھم فی طغیانھم یعمھون۔ اور ان کو ڈھیل دیتا ہے اُن کی سرکشی میں (اور حالت یہ ہے) کہ وہ عقل کے اندھے ہیں[۲]۔ پارہ ۱۷۔ رکوع ۱۳ میں ہے: فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی

---

[۱] مُہر بہ لب بھی آتا ہے۔ شبلی کہتے ہیں ؎

گرچہ وہ حدِ مناسب سے بڑھا جاتا تھا　　　سب کے سب مہر بہ لب تھے چہ اناث وچہ ذکور (عدلِ فاروقی)

[۲] شیخ الہند مولانا محمود حسن علیہ الرحمہ کا ترجمہ۔ اسی کے حواشی میں ہے کہ "جاننا چاہئے کہ آیت میں فی طغیانھم فعل یمد ھم کے متعلق ہے مگر تراجم دہلویہ جدیدہ میں اس کو یعمھون کے متعلق کر دیا (جس سے معنی بگڑ کر معتزلہ کے موافق اور اہلِ سنت کے خلاف اور استعمال اہلِ عرب کے مخالف ہو گئے جو غلط ہے)۔

القلوب التی فی الصدور۔ بمعنی عمہ مصدر سے ہے۔ ہیئے کا پھوٹنا، یا عقل کا اندھا ہونا۔ گویا عمی آنکھوں کا اندھا اور عمہ عقل کا اندھا۔ اردو میں گانٹھ کا پورا، ہیئے کا پھوٹا بھی مستعمل ہے۔ سرسید لکھتے ہیں "یہ ہیئے کے پھوٹے مسلمان اس کو باعثِ افتخار جانتے ہیں اور اس کے مخالف کو لامذہب یا کرستان بتاتے ہیں" (مضمون "غلامی")۔ راسخ کا شعر ہے ؎

دعا دیتے ہیں وہ میرے دلِ پُر داغ کو لیکر — الٰہی گانٹھ کا پورا ہو اور آنکھوں کا اندھا ہو

داغ کہتے ہیں:۔

یہ فرمایا انھوں نے دیکھ کر تصویر یوسف کی — اسے تو مول وہ لے جو کوئی آنکھوں کا اندھا ہو

فارسی میں بھی کوردل آتا ہے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں:۔

دیدہ کنِ کوردلانِ خیال — سرمہ کشِ دیدہ ورانِ کمال

(۷) پارہ ۱۔ رکوع ۲: یجعلون اصابعھم فی اذانھم من الصواعق حذر الموت: موت کے ڈر سے مارے کڑک کے انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونسے لیتے ہیں۔ خوف سے کانوں میں انگلیاں دینا اردو میں مستعمل ہے۔ اسیر لکھنوی کا شعر ہے۔

ڈر گئے ہیں مرے نالوں سے مؤذن ایسے — انگلیاں کانوں میں ہنگامِ اذاں رکھتے ہیں

دوسری جگہ (پارہ ۲۹ رکوع ۸) آتا ہے: وانی کلّما دعوتھم لتغفر لھم جعلوا اصابعھم فی اذانھم۔ اور جب میں نے ان کو بلایا کہ تو ان کے گناہ معاف فرمائے انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ یہاں کانوں میں انگلیاں دینا خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ بیزاری اور نفرت کے باعث ہے۔ شوق قدوائی کا شعر ہے۔

اے مؤذن چپ بھی رہ تو پھر چکا اسلام سے — انگلیاں کانوں میں دیتا ہے خدا کے نام سے

(۸) پارہ ۱۔ رکوع ۳۔ الذین ینقضون عھد اللہ۔ جو خدا کا عہد توڑتے ہیں۔ نقض = توڑنا۔ نقضِ عہد۔ عہد پیمان توڑنا۔ فارسی میں عہد شکنی آتا ہے۔ اردو میں بھی عہد توڑنا مستعمل ہے۔ حسرت موہانی کا شعر ہے۔

توڑ کر عہد کرم نا آشنا ہو جائیے — بندہ پرور جائیے اچھا خفا ہو جائیے

اسی سے عہد ٹوٹنا بھی ہے۔ داغ کہتے ہیں۔

یقیں ہم کو دلاتے ہیں وہ یوں جھوٹی قسم کھاکر   نہ ٹوٹیں حشر تک یہ عہد یہ پیمان ایسے ہیں

شبلی کا شعر "تقسیم عمل" میں ہے۔

چندے لیے گئے تھے اسی شرط پر تمام   یہ نقضِ عہد ہے کہ جو شرعاً حرام ہے

(۹) پارہ ۱۔ رکوع ۳۔ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل۔ اور جن تعلقات کے جوڑے رکھنے کو اللہ پاک نے فرمایا ان کو قطع کرتے ہیں یعنی دوستی یا رشتہ داری کو ختم کرتے ہیں۔ اردو میں بھی آتا ہے۔ غالب کا شعر ہے۔

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے   کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

اسی قطع کے سلسلے میں قرآن پاک میں (پارہ ۱۱۔ رکوع ۴) اس طرح بھی آیا ہے: ولا ینفقون نفقۃً صغیرۃً ولا کبیرۃً ولا یقطعون وادیًا۔ اور نہ خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا، اور نہ وہ کاٹتے ہیں کوئی میدان ـــــ یہاں میدان کاٹنا، میدان طے کرنا ہے۔ اردو میں بالکل اسی طرح ہے۔ ممنون کا قطع ہے۔

کوئی میدان سے میدانِ جنوں کاٹ کے آئے   مرحلے قطع یہ کیا کیا تھے کیے دور دراز

کیا غضب ہے تری دیوار سے لگ بیٹھ کے ٹک   پانو بھی کر نہیں سکتے ترے مجبور دراز

میدان اور کاٹنا کی رعایت سے بہت سے الفاظ محاورات اردو فرہنگوں میں موجود ہیں۔

(۱۰) پارہ ۱ رکوع ۴۔ اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء۔ کیا زمین میں ایسے شخص کو نائب بناتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے اور خوں ریزی کرے۔ یسفک، سفک مصدر سے ہے یعنی بہانا، گرانا ـــ خون بہانا، قتل و غارت کرنا، کشت و خون کرنا، جانیں تلف کرنا ـــ اردو میں بھی خون بہانا، خون ہونا، خون کا دریا بہادینا وغیرہ رائج ہے۔ اور یہ کچھ اس طرح رائج ہے کہ بہت زیادہ کشت و خون کرنا صرف اسی محاورے سے زیادہ مناسب ادا ہوتا ہے۔ سالک کا شعر ہے۔

قتلِ قاصد پر گلہ کیا اُس جفا کردار کا   خونِ ناحق روز ہوتا رہتا ہے دو چار کا

جلیل کہتے ہیں۔

یہ کہہ کر آج قاتل نے بہایا خون کا دریا   پیے جاتے نہیں اب تو لہو کے گھونٹ خنجر سے

غالب نے شاید ایہام کے طور پر کہا ہے۔

شہیدانِ نگہ کا خوں بہا کیا ؟   محابا کیا ہے ؟ ہیں ضامن، اِدھر دیکھ

(۱۱) پارہ ۱۔ رکوع ۱۱۔ واُشربوا فی قلوبھم العجل بکفرھم۔ اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت اسی بچھڑے کی بہ سبب ان کے کفر کے۔ اشربوا، اشراب مصدر سے ہے بمعنی پلانا یعنی خوب پیوست کرنا، جذب کرنا، اتارنا۔ اردو میں بھی یہی معنی ہیں۔ سر میں تیل پلانا، برتن میں سیسہ یا رانگ پلانا وغیرہ مستعمل ہیں۔ جذب کرنے کے معنی میں ظفر کہتے ہیں۔

ترے جاں سوختہ کی خاک ہو وہ تشنہ باراں   کہ گر یک قطرۂ سودریا کے ہمسر ہو تو پی جائے[1]

پھر پی جانا (خاموش ہو جانا) بھی محاورہ بن گیا۔ آبرو کا شعر ہے۔

سخن اوروں کا تشنہ ہو کے سننا اور سب کہنا   مگر جب آبرو کی بات کو سننا تو پی جانا[2]

(۱۲) پارہ ۱۔ رکوع ۱۱۔ بما قدّمت ایدیھم۔ جن کو ان کے ہاتھوں نے پہلے سے بھیجا ہے یعنی ان کے ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے، ان کے خود کردہ گناہ کے باعث۔ اس طرح وہ سارے گناہ آگئے جو کسی عضوِ بدن سے کیے جاتے ہیں مثلاً آنکھ کان، دل و دماغ وغیرہ۔ اردو میں کسی کا ہاتھ لگنا، کسی کا ہاتھ ہونا، ہاتھ سے ہونا، کسی کے ہاتھوں ہونا وغیرہ بکثرت محاورے ہیں۔ میر کا شعر ہے۔

غیروں ہی کے ہاتھوں میں رہے دستِ نگاریں   کب ہم نے ترے ہاتھ سے آزار نہ پایا

مصحفی کہتے ہیں۔

سنتا ہوں شیخ شہر بہت ہے خضاب دوست   رہتی ہے اس کے ہاتھوں ہی آفت ارنڈ پر

داغ کا شعر ہے۔

اس طرح جاتے ہیں اس بزم میں دل کے ہاتھوں   کہ بندھے جیسے گنہگار چلے جاتے ہیں

---

[1] نوبت رائے کا شعر ہے۔

گرتے ہی مے، زمینِ خرابات پی گئی   شاید یہاں پہ دفن کوئی بادہ خوار تھا

پانی مرنا، پانی چُرا لینا، بھی آتا ہے۔ جرأت کا شعر ہے۔

ضبطِ گریہ سے ہوا یہ دلِ مجروح کا رنگ   پانی جیسے کہ کوئی زخم چُرا لیتا ہے

[2] امیر مینائی کہتے ہیں۔

ہجو مے کر رہا تھا منبر پر   ہم جو پہنچے تو پی گیا واعظ

رندؔ لکھتے ہیں۔

میری خطا ہے ان کو عبث باندھتے ہیں آپ نقصیر وار میں ہوں کہ تقصیر وار ہاتھ؟

(۱۳) پارہ ۱۔ رکوع ۱۲۔ نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب وراء ظہورھم۔ ان اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا، پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔ نبذ، نبذؔ مصدر سے بمعنی پھینکنا۔ وراءؔ پیچھے ظہور، ظہر کی جمع، بمعنی پیٹھ۔ اردو میں بھی پیٹھ پیچھے ڈال دینا۔ گویا بے اعتنائی اور بے پروائی کرنا ہے — ڈپٹی نذیر احمد لکھتے ہیں "مذہب تو ہم کو دنیا میں عمدہ طور پر زندگی بسر کرنے کا راستہ دکھاتا ہے اور اسی کو ہم نے پسِ پشت ڈال دیا ہے"۔ (الحقوق والفرائض)۔

(۱۴) پارہ ۱۔ رکوع ۱۲۔ یاایھا الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا۔ اے ایمان والو! راعناؔ مت کہا کرو۔ راعنا مراعات سے ہے۔ ہماری رعایت کر، ہمارا خیال رکھ، ہماری طرف کان لگا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں یہود بیٹھتے اور کسی بات کو دوبارہ معلوم کرنا چاہتے تو راعناؔ کہتے۔ اس لفظ میں ذم کا پہلو بھی تھا اسی لئے اس کے استعمال سے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو منع فرمایا گیا۔ اردو میں رعایت کرناؔ مستعمل ہے۔ جلال لکھنوی کا شعر ہے۔

وہ مری گستاخیوں پر قتل کرتے ہیں مجھے رحم کہتا ہے کہ مضطر تھا رعایت کیجئے

میرؔ کہتے ہیں۔

مت مراعاتِ غیر رکھ منظور میرے حق میں یہی رعایت ہے

(۱۵) پارہ ۱۔ رکوع ۱۲۔ وقولوا انظرنا۔ اور انظرنا کہہ دیا کرو (اوپر والی آیت ہی میں ہے) انظرنا یعنی ہم کو دیکھیے، ہم پر نظر رکھیے، نظر انداز نہ فرمایئے، ہمارا لحاظ رکھیے۔ اردو میں یہ سب محاورے آتے ہیں۔ انیس کا بند ہے۔

ماں صدقے جائے لو مرے زانو پہ سر رکھو اس بیکسی میں ماں کی بھی جانب نظر رکھو
لازم نہیں کہ ہاتھ سے تیغ و سپر رکھو آفت میں ماموں جان کی اپنے خبر رکھو
دیکھو نہ آنچ آئے شہ خوش خصال پر
فوجوں کی پھر چڑھائی ہے زہراؑ کے لال پر

میرؔ کا شعر ہے۔

کس کا روئے سخن نہیں ہے ادھر　　ہے نظر میں ہماری سب کی بات

سوداؔ کہتے ہیں۔

تجھ عشق سے سوداؔ کا انکار نظر میں ہے　　دیوانہ بکارِ خود ہشیار نظر میں ہے

داغؔ کا شعر ہے۔

وہ مستِ ناز ہو کہ کسی کی خبر نہیں　　اپنے بھی حال پر تمہیں اب تو نظر نہیں

اسی طرح لحاظ کرنا، لحاظ ہونا بھی آتا ہے۔ ظفرؔ کا شعر ہے۔

لحاظ ہے یہ فقط تیری دوستی کا ہمیں　　جو تیری بزم میں کرتے ہیں ہم عدو سے لحاظ

قلقؔ میرٹھی کا شعر ہے۔

ہم اور اس طرح سے کریں غیر کا لحاظ　　ان بے لحاظیوں پہ بھی تیرا رہا لحاظ

(۱۶) پارہ ۱، رکوع ۱۴۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ: پس جس طرف تم منہ کرو، وہیں متوجہ ہے اللہ — تَوَلِّیَۃٌ لغاتِ اضداد میں سے ہے منہ کرنے اور منہ پھیرنے (جیسے بعد ان تولوا مدبرین) دونوں معنی میں آتا ہے

دردؔ کے دو شعر ہیں۔

دنیا میں کون کون نہ یک بار ہو گیا　　پر منہ پھر اس طرف نہ کیا اس نے جو گیا

سررشتۂ نگاہِ تغافل نہ توڑیو　　لے ناز اس طرف سے منہ اس کا نہ موڑیو

دردؔ کے ایک شعر کا دوسرا مصرع اس آیت سے زیادہ قریب ہے۔

کیا کم ہے مرغ قبلہ نما سے یہ مرغِ دل　　سجدہ اُدھر ہی کیجیے جیدھر کو منہ کرے

منہ پھیرنے کے علاوہ منہ پھرانا بھی آتا ہے۔ دبیرؔ کہتے ہیں

بڑھ کر سکینہ بولی ذرا منہ اِدھر پھراؤ　　پیاسوں کو اس علم کی خوشی میں بھول جاؤ

(مرثیہ، پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی)

(۱۷) پارہ ۱، رکوع ۱۶۔ صبغۃ اللہ: رنگ دیا تم کو اللہ نے۔ صبغۃٌ مصدر ہے یعنی رنگ دینا، رنگ

چڑھانا، حالت بدل دینا وغیرہ - اردو میں بھی مستعمل ہے - بیاؔن میرٹھی کا شعر ہے ۔

گو اخوت صبغۃ اللّٰہی سے تھی رنگی ہوئی
پر ہوائے جاہ و ثروت نے اڑا دی یک قلم

مومؔن کہتے ہیں ۔

ہے سرخ پٹکا اور خونِ غیر میں رنگا ہوا
کیا قتل پر میرے کمر بکلے ہو گھر سے باندھ کر

ظفؔر کا مطلع ہے ۔

اپنے ہاتھوں کو جو تم رنگِ حنا میں رنگو
ناخنِ تیغ کو خونِ شہدا میں رنگو

اقبؔال کہتے ہیں ۔

رنگیں کیا سحر کو، بانکی دُلھن کی صورت
پہنا کے لال جوڑا شبنم کی آرسی دی (جگنو)

رنگ لانا بھی آتا ہے، غاؔلب کا مشہور شعر ہے ۔

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

داؔغ کہتے ہیں

اشکِ خوں رنگ لائے جاتا ہے
داغ اپنے جمائے جاتا ہے

(١٨) پارہ ٢ - رکوع ۵ ۔ ولا تتبعوا خطوات الشیطن ۔ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو ۔ تتبعوا، اتباع مصدر سے ہے ۔ خطوات جمع خطوۃ: دو قدموں کے درمیان کا فاصلہ (کسی کے نشاناتِ قدم پر چلنا) — اردو میں قدم بقدم چلنا، بولا جاتا ہے ۔ حاؔلی نے سیرۃ النعمان پر تبصرہ (مقالاتِ حالی، حصہ دوم) کرتے ہوئے لکھا ہے " اگر اس بزرگ کی لائف کچھ لوگ پہلے لکھ چکے ہیں، اور اب ایک نیا مصنف اُنھیں کے قدم بقدم چلنا چاہتا ہے، اس کو البتہ کچھ دشوار نہیں ۔

(١٩) پارہ ٢ - رکوع ۵ - ویشترون بہٖ ثمنا قلیلا ۔ اور مول لیتے ہیں اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت — یشترون، اشتراء مصدر سے ہے بمعنی مول لینا، خریدنا ۔ مطلب یہ ہے کہ محض دنیا کے قلیل نفع کی خاطر یہ لوگ دین میں تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں اور اس طرح دنیا کے فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔ آگے چل کر اسی رکوع میں ہے: اولٰئک الذین اشتروا الضلٰلۃ بالھدٰی والعذاب بالمغفرۃ ۔ یعنی یہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے

اور عذاب کو مغفرت کے عوض مول لیا۔ یہاں بھی اشتراء (مول لینا) مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے ــــ یہاں دو چیزوں کا لین دین نہیں ہے کیونکہ ہدایت ان کے پاس سرے سے تھی ہی نہیں کہ اس کو دیکر گمراہی خریدتے، یا مغفرت کو دے کر عذاب لیتے۔ مطلب یہ ہے کہ انھوں نے دین میں دخل اندازی کرکے خود کو عذاب الٰہی میں مبتلا کیا۔ اردو میں بھی اسی قسم کا محاورہ ہے کہ بلا وجہ ایک عذاب مول لینا۔ خواہ مخواہ جھگڑا مول لینا۔ اسیر لکھنوی کا ایک مطلع ہے۔

جہاں ہوتا ہے غم ہم اہلِ حرماں مول لیتے ہیں　　　　قبائے صبح سے چاک گریباں مول لیتے ہیں

کلیم جبل پوری (شاگرد احسن مارہروی) کا شعر ہے۔

مول خود لیتے ہو دردِ سر کلیم　　　　پھر کہو گے ہائے میرا سر گیا

(۲۰) پارہ ۲۔ رکوع ۵۔ اولٰئک ما یاکلون فی بطونھم الا النار: یہ لوگ نہیں کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں مگر آگ۔ آگ کھانا "حرام مال پیٹ میں ڈالنا" کے مترادف ہے۔ حرام مال چونکہ قیامت میں نارِ دوزخ کا سبب بنے گا اس لئے اس کو دنیا کے لیے بھی آگ سے تشبیہ دی ہے ــــ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے، آگ کھائیں اور انگارے..... مشہور محاورہ ہے۔ اس سے مراد حرام کھانا ہی ہے۔ آگ پھانکنا بھی آتا ہے۔ ذوق کا شعر ہے۔

کہے یہ رند کہ او زہد فروش آگ نہ پھانک　　　　مانگے گر بادۂ نو، زہدِ کہن کی قیمت

(۲۱) پارہ ۲۔ رکوع ۷۔ ھُنّ لباس لکم وانتم لباس لھن۔ وہ عورتیں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو ــــ زن و شوہر میں انتہائی اتحاد کو ظاہر کرنے کے لیے ایک کو دوسرے کا لباس کہا گیا ہے، اسی لیے اس کا ترجمہ "اوڑھنا بچھونا" بھی آتا ہے۔ نعت میں حالی کا ایک شعر ہے۔

قال ترا اور حال ترا نشۂ وحدت میں چور　　　　اوڑھنا تیرا خدا اور بچھونا خدا[له]

مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب نے معارف (ستمبر ۱۹۶۱ئ) کے شذرات میں لکھا ہے "مولوی (عبدالحق) صاحب کو اردو سے والہانہ عشق تھا، انھوں نے اس کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا" ــــ اردو میں ایک محاورہ "چولی دامن کا ساتھ" ہے جو اس محاورے سے قریب ہے۔ جامہ پہننا بھی ایک محاورہ ہے۔ شوق کہتے ہیں۔

بے حیائی کا جامہ پہنا ہے　　　　خیر ہے لکھنؤ میں رہنا ہے

له مھاد اور غواش (اعراف۔ رکوع ۵) سے بھی اوڑھنا بچھونا مستنبط ہے۔

لباس سے پردہ داری بھی مراد ہے جیسا کہ دردؔ کا شعر ہے۔

اپنے تئیں تو کام کچھ خرقہ وجامے سے نہیں
دردؔ اگر لباس ہے دیدۂ عیب پوش ہے

(۲۲) پارہ ۲ رکوع ۸۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ: اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ یعنی جان بوجھ کر مصیبت میں نہ پھنسو۔ ہاتھ کو ہلاکت میں ڈالنا گویا خطرہ مول لینا ہے۔ اردو میں آتا ہے۔ سوزؔ کا شعر ہے

شاہبازوں کا ہے یہ کام، نہ ڈالو یاں ہاتھ
دیکھو کہتا ہوں نہیں اے مگسو جانے دو

(۲۳) پارہ ۲ رکوع ۹۔ وتزودوا فان خیر الزاد التقوٰی: اور زادراہ لو، پس البتہ بہتر زادراہ تقوٰی اور پرہیزگاری ہے، یعنی آخرت کے سفر کے لیے توشہ۔ اردو میں بھی پاکبازی اور پرہیزگاری کے لیے توشۂ آخرت بولتے ہیں۔ ظفرؔ کا شعر ہے۔

گر فکر میں ہو راہ کے توشہ کا کرو فکر
اے غافلو نزدیک ہے روزِ سفر آیا

رندؔ کے دو شعر ہیں۔

چاہیے فکرِ زادِ راہ ضرور
رندؔ اک دن سفر مقرر ہے!

توشۂ آخرت کی فکر رہے
جی سے جانے کا ہے سفر نزدیک

(۲۴) پارہ ۲۔ رکوع ۹۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ۔ اور بعض لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو اپنی جان کو اللہ پاک کی مرضی کے عوض بیچ دیتا ہے۔ یشری، شراء مصدر سے ہے بمعنی خریدنا یا بیچنا۔ جان بیچنا مجازی معنی میں مستعمل ہے۔ گویا اللہ کی مرضی اور خوشنودی کے لیے اپنے نفس کے آرام و آسائش اور نفع ونقصان کو بھلا دینا۔ اردو میں بِک جانا بہت مستعمل ہے۔

بِک جاتے ہیں ہم آپ متاعِ ہنر کے ساتھ
لیکن عیارِ طبع خریدار دیکھ کر (غالبؔ)

(۲۵) پارہ ۲۔ رکوع ۹۔ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملائکۃ وقضی الامر وہ نہیں انتظار کرتے مگر اس کا کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ آئے سائبانوں میں (یعنی اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر ٹوٹے) اور آئیں فرشتے اور ان کا کام تمام کیا جائے۔ یہاں ینظرون کا لفظ بمعنی انتظار آیا ہے۔ حالانکہ عذاب یا

تکلیف کا کوئی انتظار نہیں کیا کرتا۔

اردو میں بھی بولتے ہیں کہ فلاں شریر لڑکا پٹنے یا جوتے کھانے کے انتظار (فکر) میں ہے۔ اکبر الہ آبادی کہتے ہیں۔

چھوڑ کر رنج اپنے ٹٹنے کا　　منتظر ہوں اب اُن کے پٹنے کا　(کلیات ص ۳٦٨ ج ۱)

(۲٦) پارہ ۲۔ رکوع ۱۲: ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔ یعنی بات بات پر اللہ کی قسم کھا کر اللہ کے نام کی توہین نہ کرو۔ عرضہ کے معنی نشانہ کے ہیں جو تیروں کی ضربوں سے داغدار رہتا ہے۔ اردو میں بھی یہ محاورہ مستعمل ہے اور قسم کے علاوہ اور جگہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ تم ہر غلطی کی نسبت میری ہی طرف کرتے ہو اور ہر الزام کا نشانہ مجھی کو بناتے ہو۔ اور طرح بھی آتا ہے — مثلاً ظفر کا شعر ہے۔

ناوکِ اندازیِ مژگاں کو تری دیکھ کے آج　　دل کی چھاتی پہ ہے ظالم ہدفِ تیر رہا

آتش کہتے ہیں:۔

ہشیاری رنج دیتی ہے قیدِ فرنگ کا　　دیوانگی نشانہ بناتی ہے سنگ کا

حالی کا شعر ہے:۔

جو دین کہ گودی میں پلا تھا حُکما کی　　وہ عُرضۂ تیغِ جُہلا و سفہا ہے

(۲۷) پارہ ۲۔ رکوع ۱۵: او یعفوا الذی بیدہ عقدۃ النکاح: یا معاف کرے وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے — ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہونا نکاح کا پورا پورا اختیار رکھنا مراد ہے۔ مسئلہ یہ درپیش ہے کہ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہو چکا ہو پر مرد نے عورت کو بغیر چھوئے ہوئے طلاق دیدی تو مرد آدھا مہر ادا کرے۔ ہاں اگر عورت چاہے تو وہ آدھا بھی معاف کردے۔ یا دوسری صورت یہ ہے کہ مرد چاہے تو عورت کو نفع رسانی کے خیال سے پورا مہر ادا کردے، تو یہ صورت بھی جائز ہے۔ اوپر کی آیت میں یہی پچھلی صورت مذکور ہے — عقد بمعنی گرہ (یعنی اختیار)۔ اردو میں بھی رائج ہے۔ اربابِ حل و عقد فارسی میں بھی ہے۔

اردو میں ظفر کا شعر ملاحظہ ہو:۔

جو گرہ میں زلف کے ہو اُس سے سودا کیجیے　　میری جنسِ دل کی قیمت مجھ سے کچھ پوچھو نہیں

داغ کہتے ہیں :-

محفل سے تری ملا یہ ہم کو   دل اپنی گرہ سے کھو گئے ہم[1]

بیان میرٹھی کہتے ہیں :-

اسیر زلف اُلجھے رہ گئے، دل چھپ گیا یارب   کھلیں گے اُن کے عقدے کیا کہیں اگلی قیامت میں

(۲۸) پارہ ۲- رکوع ۱۶ : واللہ یقبض ویبصط والیہ ترجعون : اور اللہ تنگ کرتا ہے اور کشادہ کرتا ہے (رزق) اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے ـــــ اردو میں بالکل اسی طرح مستعمل ہے، تنگی ترشی اور فراخی و فارغ البالی استعمال ہوتا ہے۔ ظفر کا شعر ہے۔

خدا جانے ظفر ملکِ عدم کے رہنے والوں کی   فراخی سے گزرتی ہے کہ تنگی سے گزرتی ہے

(۲۹) پارہ ۳- رکوع ۳ : قال لبثت یوماً او بعض یوم : کہا کہ میں رہا ایک دن[2] یا کچھ دن ـــــ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سو سال کے لئے سُلا دیا اور پھر بیدار کیا تو پوچھا کہ آپ کس قدر ٹھہرے ؟ عرض کیا کہ ایک دن یا کچھ حصہ دن کا، یعنی بہت ہی قلیل مدت رہا ـــــ اردو میں بھی اسی طرح کا محاورہ ہے اور "ایک آدھ" دن کہا جاتا ہے اور اس سے قلیل مدت مراد ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ ایک آدھ دن کے لیے ہی آجائیں ـــــ ایک آدھ سے قلت مراد ہے۔ داغ کا شعر ہے :-

تم نیم اشارے پہ تو آنکھیں نہ نکالو   ایک آدھ خطا کیا جو خطا وار سے ہو جائے

(۳۰) پارہ ۳- رکوع ۴ : مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل

---

[1] لیکن دل میں گرہ رکھنا (کینہ رکھنا) ایک الگ محاورہ ہے۔ ولی کا شعر ہے :-

ترے جو قد سوں رکھا نیشکر نے دل میں گرہ   تو کھینچ پوست کیا اُس کوں بند بند جُدا

ظفر کہتے ہیں۔

غنچہ ساں دل میں گرہ ہم سے نہ رکھو اب تم   گلے لگ جاؤ بس آغوشِ وفا کو کھولو

داغ کا شعر ہے :-

چتون کے مٹیں گے بل ابرو کے کھلیں گے خم   پر دل کی گرہ کوئی آسان نکلتی ہے

[2] "ایک دن" کے لیے ظفر کا شعر ملاحظہ ہو :-

وعدہ تو ایک دن کا ہے پر دیکھیے ظفر   دو دن کے بعد آئیں وہ یا تین دن کے بعد

فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ: مثل ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایک دانہ کی ہے جس نے اُگائیں سات بالیاں اور ہر بالی میں سَو دانے۔ یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اُن کا اجر سات سو گُنا تک بڑھتا ہے، ان کے عمل کو ایک بیج کے ساتھ مثال دی ہے جس سے سات سو دانے تک پیدا ہوتے ہیں۔ ایک بیج میں بہت سے بیج پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، اسی لئے اس سے عمل کی تشبیہ دی گئی ہے جو بہت سے نیک اعمال کا پیش خیمہ ہو۔

اردو میں بھی بیج بونا ایک سلسلہ چلانے کے مترادف ہے کہ فلاں شخص نے نیکی کا ایسا بیج بویا ہے جس سے بیش از بیش فوائد حاصل ہوتے رہیں گے۔ حالی کا شعر ہے۔

یہ ناانفاقی ہے قوموں سے کھوتی   یہ قومی محبت کا ہے بیج بوتی (مسدس حالی)

حالی ایک اور موقع پر لکھتے ہیں "ان میں ہمدردی کے بیج بونے اور قومیت کی روح پھونکنے کی از بس ضرورت ہے"۔ (مقالات حالی، ج۱ ص۲۶)

(۳۱) پارہ ۳۔ رکوع ۴: یاایھا الذین اٰمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا ۔ اے ایمان والو! اپنی خیرات کو باطل نہ کرو احسان جتانے یا ایذا سے، مانند اس شخص کے جو اپنے مال کو لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور نہیں ایمان لاتا اللہ پر اور روزِ قیامت پر۔ اس کی مثال اس سل کی سی ہے جس پر مٹی ہو، پس جب اس پر پانی پڑے تو اس کو صاف کر دے —— پانی پڑنے سے مٹی کا ڈھل کر بہہ جانا بڑی اچھی مثال ہے —— اردو میں پانی پڑنا سے پانی پھیر دینا محاورہ آتا ہے۔ ظفر کا مطلع ہے۔

کیا فقط گریہ سے چشمِ تر پہ پانی پھر گیا   دیدہ و دانستہ سب کے گھر پہ پانی پھر گیا

اور شعرا نے بھی لکھا ہے:۔

آسماں اپنی عداوت سے نہ پانی پھیر دے   لے چلا ہے خط ہمارا نامہ بر برسات ہیں (ہجر)

دیکھ آنسو سے مزاجِ یار جانی پھر گیا   میری کشتِ آرزو پر آج پانی پھر گیا (برق)

صبر پر پھیر کے پانی جو وہ محبوب گیا   اسقدر اشک بہے میرے کہ جی ڈوب گیا (شوق قدوائی)

(۳۲) پارہ ۳۔ رکوع ۴۔ ومثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتا من انفسھم کمثل جنۃ ۔ اور ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اپنی جانوں کو ثابت کرنے کے لیے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس باغ کی سی ہے ـــــ (آگے فرمایا) جو ایک بلندی پر لگا ہو کہ اگر اس پر بارش ہو جائے تو پیداوار دگنی دے اور اگر بارش نہ ہو تو بھی اس کو شبنم ہی کافی ہے ـــــ یہاں مومن کے صدقات کو ایک ہرے بھرے باغ سے تشبیہ دی گئی ہے جو مالک کو اور ہر دیکھنے والے کو اپنی سرسبزی سے خوش کرتا ہے، اس کا پھلنا پھولنا ظاہر کیا گیا ہے ـ بہت ممکن ہے کہ اردو میں اسی مثال سے پھلنا پھولنا محاورہ بن گیا ہو۔

جرأت کا شعر ہے :۔

شمع ساں کس نے مجھے پھولتے پھلتے دیکھا ہوں میں وہ نخل جو دیکھا بھی تو جلتے دیکھا

(۳۳) پارہ ۳۔ رکوع ۱۳۔ ومکروا ومکر اللہ ۔ اور مکر کیا انھوں نے اور مکر کیا اللہ نے۔ بعض مفسرین نے ترکیب یا ہوشیاری کے معنی بھی لکھے ہیں کیونکہ مکر اگر عیب ہے تو اللہ پاک کی ذات اس سے منزہ ہے۔ دراصل یہ ایک محاورہ ہی ہے۔ اردو میں بھی آتا ہے کہ جیسے کو تیسا۔ یا اس طرح بولتے ہیں کہ دیکھو مان جاؤ ورنہ مجھ جیسا بُرا کوئی نہ ہوگا۔ ظفر نے بھی "جیسے کو تیسا" کا مفہوم پیشِ نظر رکھا ہے ۔

کیونکہ ہم سے سیدھے سادوں سے بنے اب آپ کی جیسے تم حرّاف ہو، حرّاف تم کو چاہیے

(۳۴) پارہ ۳۔ رکوع ۱۶۔ ومنھم من ان تأمنہ بدینار لا یؤدّہ الیک الا مادمت علیہ قائماً۔ اور بعض اُن میں وہ ہے کہ اگر امانت دے تُو اس کو ایک دینار، نہ ادا کرے اس کو تیری طرف، مگر جب تک کہ تُو اس پر کھڑا رہے۔ ـــــ یہاں نادہندہ شخص کا ذکر ہے کہ جو امانت بھی اس وقت تک واپس نہیں کرتا جب تک کہ اس کے سر پر کوئی سوار نہ رہے اور مسلسل تقاضے کرنا جس کے لئے ضروری ہو ـــــ اردو میں بھی سر پر کھڑا رہنا، سر پر سوار رہنا، آتا ہے ـ داغ کا شعر ہے :۔

اے داغ دُھن بندھی ہے تجھے کوئے یار کی کم بخت موت ہے ترے سر پر سوار آج

خلیل (شاگرد آتش) کا شعر ہے :۔

تمھاری زلف کا جاتا نہیں ہے دل سے خیال بلا یہ رہتی ہے ہر دم سوار سینے پر

(۳۵) پارہ ۴۔ رکوع ۲: وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پس چھڑایا تم کو اس سے، یعنی عین خطرے میں تھے اور نارِ دوزخ کا لقمہ بن جانے والے تھے ــــ فارسی میں "قعرِ ذلت" وغیرہ آتا ہے۔ اردو میں تباہی کے کنارے لگ جانا، گڑھے میں پڑ جانا وغیرہ آتا ہے ــــ سرسید لکھتے ہیں " قوم .... ایسے تاریک گڑھے میں پڑی تھی کہ اِدھر اُدھر کی چیزیں تو درکنار، وہ اس گڑھے کو بھی نہ دیکھ سکتی تھی جس میں پڑی تھی"۔
(تہذیب الاخلاق۔ آخری پرچہ)
گور کے کنارے بھی آتا ہے، جیسے ظفر کا شعر ہے۔

ہوا حاصل تجھے کیا تو کنارِ غیر میں ظالم کنارے گور کے مجھ کو اگر پہنچا کے جا بیٹھا

(۳۶) پارہ ۴۔ رکوع ۲: یوم تبیضّ وجوہٌ وتسودُّ وجوہ: اس دن کہ سفید ہوں گے بعض چہرے اور سیاہ ہوں گے بعض چہرے ــــ حضرت شیخ الہند علیہ الرحمہ کے فوائد میں ہے کہ " بعضوں کے چہرے پر ایمان و تقویٰ کا نور چمکتا ہوگا اور عزت و وقار کے ساتھ شاداں و فرحاں نظر آئیں گے، ان کے برخلاف بعضوں کے منہ کفر و نفاق یا فسق و فجور کی سیاہی سے کالے ہوں گے، صورت سے ذلت و رسوائی ٹپک رہی ہوگی، گویا ہر ایک کا ظاہر باطن کا آئینہ بن جائے گا" ــــ بعض مفسرین نے غم و خوف کی وجہ سے چہرے کا سیاہ[1] ہونا لکھا ہے۔ بہرحال اس مناسبت سے (فارسی کی طرح) اردو میں روسیاہ ہونا، قلب سیاہ ہونا، سیاہ کار ہونا وغیرہ مستعمل ہے۔ ظفر کے دو شعر ہیں:۔

---

[1] اسی مناسبت سے بعض قوموں میں غم اور ماتم کے لیے سیاہ کپڑے پہننے کا رواج ظاہر ہوتا ہے۔ ظفر کا شعر ہے:۔

نہ کیونکہ زیرِ فلک رنگ ماتمی ہووے کلاہ اس نے جب اپنی سیاہ رنگی ہو

لیکن غم اور خوف سے چہرہ زرد پڑ جانا (فارسی کی طرح) اردو میں آتا ہے ــــ غالب کا شعر ہے:۔

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا اُڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

چہرے کا رنگ فق ہو جانا بھی آتا ہے۔ پنڈت کیفی کا شعر ہے:۔

شب زندہ دارِ چرخ کا بھی رنگ فق ہوا غالب ہر ایک رنگ پہ رنگِ شفق ہوا

جگر نے چہرہ فق ہونا لکھا ہے:۔

زباں خموش، نظر بے قرار، چہرہ فق! تجھے بھی کیا تری کافر ادا نے لُوٹ لیا

(چہرہ) سفید پڑ جانا (شرمندگی سے) اور سفید ہونا (گوارا ہونا) بھی اردو میں مستعمل ہے اور " سفید و سیاہ" الگ محاورہ ہے جیسا کہ اسیر لکھنوی نے لکھا ہے:۔

نہ ہو جہاں کے سفید و سیاہ سے غافل کبھی سیاہ کبھی ہے سفید یار کا رنگ

ہے سیہ کار ظفر اس کے سیہ نامے کو　　کر سفید آب سے رحمت کے خدایا دھو کے

خانۂ دل ہے سیاہ اس کی سیاہی دُور کر　　کیا سفیدی سے محل کرتا ہے اپنا تو سفید

اقبال لکھتے ہیں :۔

نور سے دُور ہوں ظلمت میں گرفتار ہوں میں　　کیوں سیہ روز، سیہ بخت، سیہ کار ہوں میں (انسان و بزم قدرت)

چہرے پر دھواں اُڑنا البتہ بدحالی کی نشانی ہے ۔ ثاقب لکھنوی کا شعر ہے :۔

شمع کا سر کاٹ کر اچھا نہیں ظالم کا حال　　اک دھواں سا اُڑ رہا ہے چہرۂ گلگیر پر

(۳۷) پارہ ۴ ۔ رکوع ۳ : وان یقاتلوکم یولوکم الادبار ۔ اور اگر تم سے لڑیں گے تو تم کو پیٹھ دیں گے ۔ پیٹھ دینا، پیٹھ دکھانا یعنی بھاگ جانا، میدان چھوڑ دینا، بزدلی دکھانا اردو میں مستعمل ہے ۔ ذوق کا شعر ہے :۔

سینہ سپر جو منھ پہ ہیں تیغِ نگاہ کے　　دکھلاتے وہ کبھی نہیں آئینہ وار پشت

(۳۸) پارہ ۴ ۔ رکوع ۳ : ضربت علیھم الذلۃ ۔ ان پر ذلت ماری گئی ۔ (پھر آتا ہے) وضربت علیھم المسکنۃ اور ان پر فقیری ماری گئی ـــــ اردو میں بھی قریب قریب اسی طرح ہے کہ فلاں شخص کو فلاں مصیبت نے مار رکھا ہے ۔ ذوق کہتے ہیں :۔

ہم نے جانا وہیں اس عشق نے مارا اس کو　　تیشہ فرہاد نے جس وقت جبل میں مارا

داغ کا شعر ہے :۔

دیکھ اے داغ اہلِ دنیا کو　　ہوسِ عز و جاہ نے مارا

(۳۹) پارہ ۴ ۔ رکوع ۳ : واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ ۔ اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر مارے غصے کے انگلیوں کی پوریں کاٹتے ہیں ـــــ انامل، انملۃ کی جمع ہے یعنی انگلی کی پور[1]۔

---

[1] ناسخ کا شعر ہے :۔

یار کی شیریں ادائی کا جہاں میں شور ہے　　پور جو انگلی کی ہے وہ نیشکر کا پور ہے

نسیم لکھنوی کا شعر ہے :۔

اک عمر سے وظیفہ ہے صاحب کے نام کا　　ناخن کے خط ہیں انگلیوں کی پور پور پر

منیر شکوہ آبادی کا شعر ہے :۔

نیشکر زارِ حُسن سے ہم نے　　پور پور انگلیوں کی چوسی ہے

اردو میں اس محاورے کے سلسلہ میں تھوڑا سا فرق ہے. غصے میں بوٹیاں کاٹنا اور اپنا جسم دانتوں سے کاٹ کاٹ کھانا مستعمل ہے ـــــ انگلیاں کاٹنا (تاسف کے ساتھ) حیرت زدہ ہونے کی جگہ بولا جاتا ہے۔

آتش کہتے ہیں :-

منہ آئینے میں جو دیکھے وہ غیرتِ یوسف ادھر یہ اور اُدھر عکس انگلیاں کاٹے

(۴۰) پارہ ۴۔ رکوع ۵ : وتلك الایام نداولھا بین الناس : اور یہ دن ہم باری باری سے لوگوں میں پھیرتے ہیں ـــــ نداول، مداولۃ مصدر سے ہے بمعنی دن پھیرنا، حالات بدلنا ـــــ اردو میں یہ محاورہ بالکل اسی طرح مستعمل ہے۔ غالب کا شعر ہے :-

شاہ کی ہے غسلِ صحت کی خبر دیکھئے کب دن پھریں حمام کے

جلال کہتے ہیں :-

صبح کرنا شبِ غم کا کبھی ممکن ہی نہیں آگے دن پھیر دے اپنے وہ کوئی دن ہی نہیں

(۴۱) پارہ ۴۔ رکوع ۱۵ : وربائبکم التی فی حجورکم : اور تمہاری وہ اولادیں جو تمہاری گودوں میں ہیں ـــــ یعنی تمہاری پرورش اور سرپرستی میں ہیں ـــــ حجور، حجر کی جمع ہے بمعنی گود۔ انیس کا شعر ہے۔

بے جاں پڑے ہیں گود کے پالے کوئی نہیں سب مرچکے ہیں چاہنے والے کوئی نہیں

(مرثیہ : جب خاتمہ بخیر ہوا فوج شاہ کا)

اردو میں غالباً اسی سے یہ محاورہ نکلا ہے "کسی کو گود لینا" یعنی مراد ہے کسی کو منہ بولا بیٹا بنانا، کسی کو حقیقی اولاد کی طرح پالنا۔ صرف آغوش میں لینا اور گود میں کھلانا بھی آتا ہے۔ حفیظ جالندھری کا شعر ہے۔

لیا آغوش میں پھولوں کی سیجوں نے امیری کو مہیا خاک ہی نے کر دیے آسن فقیری کو

حالی کہتے ہیں :-

عشق اس وقت سے سر پر ترے منڈلاتا تھا گودیوں میں تجھے تھا جب کہ کھلایا جاتا

(۴۲) پارہ ۵۔ رکوع ۱۱ : فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ : پس تم پر یکبارگی جھک جائیں۔ یعنی یک بارگی حملہ آور ہوں، ایک دم ٹوٹ پڑیں۔ اردو میں جھک پڑنا آتا ہے۔ ریاض کا شعر ہے۔

گری تھی آج تو بجلی ہمیں پر | یہ کہیے جھک پڑے وہ ہم نشیں پر

داغ کا شعر ہے :-

لوگ کہتے ہیں کیا، سنو تو سہی | جھک پڑا اک جہان دشمن پر

(۴۳) پارہ ۵۔ رکوع ۱۷: بشّر المنفقین بان لھم عذابًا الیما۔ منافقین کو بشارت (خوشخبری) دیجیے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے —— یہ اندازِ بیان طنز کے لیے ہے اور وہی اردو میں بھی آتا ہے ——

جلال لکھنوی کا شعر ہے :-

دشمن کے وہ کہنے سے جلال آتے ہیں تو کیا | کیا رنگ دیا ہے تری اس خوش خبری نے

(۴۴) پارہ ۶۔ رکوع ۶: اذھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم: جس وقت قصد کیا ایک جماعت نے کہ دراز کریں تمہاری طرف اپنے ہاتھ یعنی تم پر حملہ کریں —— اسی پارے کے رکوع ۹ میں ہے: لئن بسطت الی یدک[۱] لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک: البتہ اگر تو میری طرف ہاتھ بڑھائے گا کہ مجھ کو قتل کرے تو میں تیری طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا کہ تجھ کو قتل کروں —— ہاتھ بڑھانا یہاں حملہ کرنے کے معنی میں آیا ہے دست درازی اردو میں بھی مستعمل ہے اور ہاتھ اٹھانا بھی۔ حالی کا شعر ہے :-

ہے نہتّوں کو رہ گذر میں خطر | رہزنوں نے کیے ہیں ہاتھ دراز

ظفر نے ہاتھ اٹھانا استعمال کیا ہے :-

نہیں اٹھنے کا ہو کر خشک اس کا ہاتھ لے مجنوں | جو تجھ پر ساربانِ ناقۂ محمل کا ہاتھ اٹھا

عزیز لکھنوی کا شعر ہے :-

میں نے مانا آپ سے تلوار اٹھی خنجر اٹھا | ہاتھ مجھ سے نیم جاں پر آپ کا کیونکر اٹھا؟[۱]

(۴۵) پارہ ۶۔ رکوع ۱۲: نخشٰی ان تصیبنا دائرۃ = ڈرتے ہیں ہم اس سے کہ پہنچ جائے ہم کو (زمانے کی) گردش۔ تصیبنا، اصابہ مصدر سے ہے بمعنی پہنچنا۔ دائرہ بمعنی گردش، چکر۔ اردو میں بھی اسی طرح مستعمل ہے۔

---

[۱] دست کشی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اکبر الہ آبادی کا شعر ہے۔

پھیلائیے نہ پانو کو زنجیر کے لیے | دنیا سے ہاتھ اٹھائیے تکبیر کے لیے

غالب کا مشہور شعر ہے :-

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں　　　ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

داغ کہتے ہیں :-

مرنے کی بھی فرصت نہیں لے گردشِ ایام　　　آسودہ ہوں کیونکر ترے چکّر سے نکل کر

نظم طباطبائی کہتے ہیں :-

غم سے جو زرد ہے کہدو کہ تماشا دیکھے　　　رنگ بدلے گی ابھی گردشِ دوراں دو چار

ظفر کا شعر ہے :-

مہر صفت دن گردش کے ہیں اپنی مقرر آئے ہوئے　　　جیسے بگولہ پھرتے ہیں جو دشت میں ہم بولائے ہوئے

(۴۶) پارہ ۶۔ رکوع ۱۳: وقالت الیھود ید اللہ مغلولۃ: اور کہا یہود نے کہ اللہ کے ہاتھ بند ہیں ——— مغلولہ، غلاً مصدر ہے بمعنی ہاتھ میں ہتھکڑی یا گلے میں طوق ڈالنا۔ ہاتھ کا بند ہونا یعنی تنگ خرچ ہونا، بخل کرنا وغیرہ ہے ـــ یہود کے اس کلمۂ کفر کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشآء: بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں، وہ خرچ کرتا ہے جیسا چاہتا ہے۔ یعنی اس کے دینے میں کوئی بندش نہیں لیکن وہ جس قدر جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ــ (پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۵ کے محاورہ "یقبضون ایدیھم" کی تفصیل آگے آتی ہے)

ـــ فارسی کی طرح اردو میں بھی ہاتھ بند ہونا، ہاتھ تنگ ہونا، تنگ دستی وغیرہ مستعمل ہیں۔ آتش کہتے ہیں :-

ستارہ اپنی گردش میں ہے آتش اس کی گردش سے　　　فلک کی تنگ چشمی سے ہماری تنگ دستی ہے

سالک کا مشہور شعر ہے :-

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک　　　تندرستی ہزار نعمت ہے

ہاتھ پھیلانا، کشادہ کرنا، سخاوت کے لئے آتا ہے۔ ظفر کا شعر ہے :-

دیکھ کر گردوں پہ خطِ کہکشاں کہتے ہیں مست　　　آسماں ہے اپنا، بھر جامِ مے، پھیلائے ہاتھ

صرف فراخی اور تنگی بھی آتا ہے۔ ظفر کہتے ہیں :-

جو ہیں نصیب پہ شاکر سدا، کبھی ان کو　　　نہ کچھ نشاط فراخی نہ رنجِ تنگی ہو

ظفر کا ایک اور شعر ہے:-

کیوں جامِ مے کے دینے میں کرتا ہے ہاتھ تنگ　　ساقی ہے دیکھ عرصۂ بزمِ حیات تنگ!

حالی کہتے ہیں:-

خرچ سے ہاتھ اک مسلماں کا ہو گر آخر میں تنگ　　ہے دکن کی سمت وہ گردن اٹھا کر دیکھتا

(۴۷) پارہ ۶ - رکوع ۱۳ : کلما اوقدوا نارًا للحرب اطفأها الله : جس وقت وہ (کفار) لڑائی کے لیے آگ جلاتے ہیں اللہ پاک اس کو بجھا دیتا ہے۔ یعنی کفار لڑائی کے اسباب پیدا کرتے ہیں لیکن اللہ پاک ان کی کوشش پر پانی پھیر دیتا ہے ــــ آگ لگانا (فتنے کے اسباب پیدا کر دینا) اردو میں بہت مستعمل ہے۔

داغ کے دو شعر ہیں:-

آتشِ شوق کو کب دل سے جدا رکھا ہے　　اس لگی کو تو کلیجے سے لگا رکھا ہے

دل لگی، دل لگی نہیں ناصح!　　تیرے دل کو ابھی لگی ہی نہیں

میر کا شعر ہے:-

آنسو تو ڈر سے پی گئے لیکن وہ قطرہ آب　　ایک آگ تن بدن میں ہمارے لگا گیا

اس لگی کو بجھانا بھی اردو میں آتا ہے۔ داغ کہتے ہیں:-

یارب کوئی آفت تھا محبت کا پتنگا　　وہ آگ لگی ہے کہ بجھائی نہیں جاتی

غالب کا مشہور شعر ہے:-

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب　　کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

(۴۸) پارہ ۷ - رکوع ۹ : وجعلنا علیٰ قلوبهم اكنّة : اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف (پردے) ڈال دیے (پارہ ۱۵/۵ میں بھی ہے)۔ اردو میں دلوں پر پردہ آتا ہے۔ خلیل (شاگردِ آتش) کا شعر ہے:-

نہ سمجھا میں کیا تجھ سے بتِ عیار سے خلطہ　　خدا ہی جانے کیا غفلت کا پردہ پڑ گیا دل پر

عقلوں پر پردے بھی مستعمل ہے۔ حالی کا شعر ہے:-

کہ عقلوں پہ پردے دیے ڈال انھوں نے　　ہمیں کر دیا فارغ البال انھوں نے　(مسدس حالی)

اکبر الہ آبادی کا مشہور قطعہ ہے:۔

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں بی بیاں — اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
میں نے کہا کہ آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

(۴۹) پارہ ۸۔ رکوع ۱: ولتصغیٰ الیہ افئدۃ الذین لایؤمنون: اور تاکہ جھکیں اس کی طرف دل اُن لوگوں کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ـــــ اسی طرح پارہ ۱۳۔ رکوع ۱۸ میں ہے: فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم: پس کر لوگوں کے دلوں کو کہ جھکیں ان کی طرف، یعنی لوگوں کے دلوں کی اہلِ مکہ کی طرف زیادہ کشش ہو ـــ دل جھکنا، مائل ہونا، رغبت کرنا، کسی شے کی طرف میلان ظاہر کرنا وغیرہ اردو میں مستعمل ہیں۔ رشک کا شعر ہے:۔

معدوم اگر ہوا اثرِ جذب اے عزیز — کیوں سوئے ملکِ مصر دلِ کارواں جُھکا

(۵۰) پارہ ۸۔ رکوع ۱: افمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا: پس جس کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت کرے تو کھول دیتا ہے اس کے سینے کو واسطے قبول کرنے اسلام کے اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے تو کر دیتا ہے اس کے سینے کو تنگ، بے نہایت تنگ۔ اسی پارے میں سورۃ الاعراف کے شروع میں ہے کہ فلا یکن فی صدرک حرج۔ پس نہ ہو تمہارے سینے میں کوئی تنگی ـــ سینے میں تنگی اور[1] کشادگی کے بجائے اردو میں دل کی تنگی اور کشادگی مستعمل ہے۔ میر کہتے ہیں:۔

گیا ہے وہ سو دل کھلتا نہیں ہے — پڑا ہے ایک مدت سے یہ گھر بند

جرأت کا شعر ہے:۔

بند سا کچھ ہو رہا تھا دل جو مدت سے سو آج — لگتے ہی سینے پر اس کی ایک ٹھوکر کھل گیا

ظفر نے طبیعت کا بند ہونا لکھا ہے:۔

اس لیے اُن سے طبیعت ہوئی بند اپنی ہے — کہ پسند ان کی نہیں وہ جو پسند اپنی ہے

---

[1] سینہ شق ہونا غالب نے استعمال کیا ہے:۔

شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذتِ فراق — تکلیفِ پردہ داریٔ زخمِ جگر گئی

ظفر نے صرف بند ہونا بھی لکھا ہے :-

کچھ ایسی بات ہو کہ کھلیں تو سہی ذرا　　　وہ ہو رہے جو میری طرف سے ظفر ہیں بند

داغ نے صاف طور پر لکھا ہے -

کھلے الٰہی نہ عقدۂ دل کہ اس سے امید بندھ رہی ہے　　　عجب نہیں آرزوئیں نکلیں جو دل کی تنگی سے تنگ ہو کر

ناسخ نے دل کی تنگی، پریشانی اور بے زاری کے لیے استعمال کیا ہے :-

دل ملکِ انگریز میں جینے سے تنگ ہے　　　رہنا بدن میں روح کو قیدِ فرنگ ہے

دل کھلنا دردؔ نے بھی استعمال کیا ہے :-

کب دل ملے کسی کا ہم غمزدوں سے کھل کر　　　ہے اپنے دل سے لازم جوں غنچہ ساز کرنا

داغ بھی کہتے ہیں :-

جوڑا جو کھلا تو کھل پڑا دل　　　ہم سمجھے تھے اے نگار تعویذ

داغ کا ایک اور شعر ہے :-

میں نے دیکھا ان کی زلفوں کو تو فرمانے لگے　　　آپ کا دل کھل پڑا، گم ہو گیا، جاتا رہا؟

محمد حسین آزاد نے دل کی گرہ کھولنا استعمال کیا ہے :-

خوش حال گھر اور ان میں خوشی بولتی ہوئی　　　باتیں کہ غم سے دل کی گرہ کھولتی ہوئی

(۵۱) پارہ ۸- رکوع ۵ : حتی ذاقوا باسنا : یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا (دیا ہوا) عذاب چکھ لیا - (کل نفس ذائقۃ الموت) - چکھنا محاورے کے طور پر اردو میں بھی رائج ہے - ظفر کا شعر ہے :-

ابھی زاہد نہیں آیا ہے میخواروں کے قابو میں　　　چکھائیں گے مزہ گر آ گیا یاروں کے قابو میں

حالی کہتے ہیں :-

مرنے والے ہی کو ہے موت کی لذت معلوم　　　گو کہ رکھتے ہیں یقیں موت کا سب پختہ و خام

(۵۲) پارہ ۸- رکوع ۹ - قال فبما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم : اس (شیطان) نے کہا پس قسم اس کی کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو، میں ان (مومنین) کی سیدھی راہ میں ضرور بیٹھوں گا - لاقعدن، قعود سے ہے

یعنی بیٹھنا، راستے میں بیٹھنا، رہ گذر میں بیٹھنا، یعنی مزاحمت کرنا اور راستہ گھیرنا، سیدھی راہ سے پھیر دینا مراد ہے ـــ

غالب کا مشہور شعر ہے:۔

دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستاں نہیں   بیٹھے ہیں رہ گذر پہ ہم غیر ہمیں اُٹھائے کیوں؟

لیکن اس قرآنی محاورے کو جرأت کے شعر میں دیکھیے:۔

دیکھ مجھ کو اپنے در پر، یوں کہا منھ پھیر کے   یہ دوانہ کس لیے بیٹھا ہے رستہ گھیر کے

کسی کا شعر ہے:۔

جانے والے دیکھتا جا، اس طرف منھ پھیر کر   چاہنے والے ترے بیٹھے ہیں رستہ گھیر کر

حالی کہتے ہیں:۔

نہیں حائل ان کے کوئی رہ گذر میں   سمندر ہے پایاب ان کی نظر میں (مسدس)

(۵۳) پارہ ۹۔ رکوع ۸ ۔ فلا تشمت بی الاعدآء ۔ پس مت ہنسا مجھ پر دشمنوں کو۔ شماتاً یا شماتۃً مصدر سے "تشمت" ہے۔ یعنی کسی کی مصیبت پر خوش ہونا۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سختی پر احتجاج کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دشمنوں کو مجھ پر خوش نہ ہونے دیجیے ـــ کسی کی مصیبت یا تکلیف پر خوش ہونا ایک عام اخلاقی مرض ہے۔ فارسی میں "یکے نقصانِ مایہ، دیگر شماتتِ ہمسایہ" مستعمل ہے۔ اردو میں بھی ہے۔ مثلاً داغ کہتے ہیں:۔

مری موت خواب میں دیکھ کر ہوئے خوب اپنی نظر سے خوش
انھیں عید کی سی خوشی ہوئی رہے شام تک وہ سحر سے خوش

امیر مینائی کہتے ہیں:۔

شبنم کے اے امیر ملے ہیں تجھے نصیب   گل ہنس پڑیں چمن میں جو میں آبدیدہ ہوں

حالی کا شعر ہے:۔

ہم کو گر تو نے رُلایا تو رلا یا اے چرخ
ہم پہ غیروں کو تو ظالم نہ ہنسانا ہرگز

(۵۴) پارہ ۹۔ رکوع ۱۵: کانّما یساقون الی الموت ۔ گویا وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں (یعنی سخت مصیبت میں مبتلا ہیں) یہاں بددین لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حق کے بارے میں ایسا جھگڑتے ہیں کہ گویا انھیں کوئی موت کے منھ میں ڈھکیل رہا ہے ۔۔۔۔ اردو میں بھی اسی طرح بولتے ہیں۔ داغ کہتے ہیں:۔

آئی ہی کیا میری شامت آئی ہی کیا میری موت   میں کروں اظہارِ دردِ غم تمہارے سامنے

حالی کہتے ہیں:۔

دیکھی ہیں ایسی ان کی بہت مہربانیاں   اب ہم سے منھ میں موت کے جایا نہ جائے گا

(۵۵) پارہ ۹۔ رکوع ۱۷: تخافون ان یتخطفکم الناس ۔ تم ڈرتے تھے کہ لوگ تم کو اُچک نہ لیں۔ یتخطفکم خطف مصدر سے ہے یعنی کسی چیز کو اچانک اُچک لینا، جھپٹ لینا۔ اردو میں بھی بالکل اسی طرح بولتے ہیں: مسرور کا شعر ہے:۔

اُچکا نہیں ہے جو غمزہ ترا   مرے دل کو کیونکر اُچک لے گیا

(۵۶) پارہ ۱۰۔ رکوع ۲: وتذھب ریحکم ۔ اور تمہاری ہوا جاتی رہے ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھا رہا ہے کہ تمہاری خیر اسی میں ہے کہ تم سب کے سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں آجاؤ اور آپس کے جھگڑے یکسر ختم کردو۔ ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا بھرم جاتا رہے گا ۔۔۔۔ اردو میں بھی کچھ اسی طرح بولتے ہیں۔ داغ کا شعر ہے:۔

بگڑی تھی ہوا آہ کی آخر شبِ وعدہ   نکلا مرے نالوں سے بھرم اور زیادہ

ظفر علی خاں کہتے ہیں:۔

لب پر ہے صدا آزادی کی اور دل میں ہے شوق غلامی کا

اُکھڑی تھی ہوا انگریزوں کی، ان دونوں نے مل کر باندھی ہے   (بھارت کی دو بلائیں)

ہوا اُکھڑنا کے خلاف ہوا باندھنا بھی آتا ہے۔ ہوا باندھنا غالب کے یہاں بھی ہے:۔

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہیں   ہم بھی مضموں کی ہوا باندھتے ہیں

مومن کہتے ہیں :۔

نالۂ شب نے یہ ہوا باندھی　　　ہوگیا گل چراغ بلبل کا

حالی اپنے مضمون "حسب نسب" میں لکھتے ہیں " جو خاندان اُبھرتا تھا اس کی ہوا چند پشتوں تک بندھی رہتی تھی "۔

(۵۷) پارہ ۱۰۔ رکوع ۷ : فخلوا سبیلھم : پس چھوڑ دو ان کا راستہ (یعنی پھر اُن سے نہ لڑو)۔ اردو میں بھی راستہ دیدینا، راستہ چھوڑ دینا، سروکار نہ رکھنا وغیرہ مستعمل ہیں۔ جرأت کا شعر ہے :۔

اب جو ملنا نہیں قسمت میں وہاں جانے کو　　　استخارہ بھی ہمیں راہ نہیں دیتا ہے

رستہ پانا بھی آتا ہے۔ ذوق کا شعر ہے :۔

نکل کر گنبدِ بے در سے کب کے　　　نکل جاتے مگر رستہ نہ پایا

اسی طرح راہ ملنا بھی آتا ہے۔ داغ کہتے ہیں :۔

مرے خرابے میں آکر وہ چوکڑی بھولے　　　کہ پھر نہ خانہ خرابی کو گھر کی راہ ملے

(۵۸) پارہ ۱۰۔ رکوع ۸ : فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم : پس جب تک وہ تمہارے لیے سیدھے رہیں تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو ـــ اردو میں بھی بالکل اسی طرح مستعمل ہے۔ انشا کا شعر ہے :۔

کاٹی ہے ہم نے یونہی اوقات زندگی کی　　　سیدھے سے سیدھے سادے اور کج سے کج رہے ہیں

ظفر کہتے ہیں :۔

ہے یہی طالعِ واژوں اگر اپنا اے دل　　　نہ ہوا ہے نہ کبھی ہم سے وہ ہوگا سیدھا

ایک اور شعر ہے :۔

میری سیدھی بات پر ہوتے ہیں ٹیڑھے اے ظفر　　　جبکہ ٹیڑھی میں نے کی تقریر سیدھے ہو گئے

(۵۹) پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۰ : وضاقت علیکم الارض بما رحبت : اور زمین باوجود کشادہ ہونے کے تم پر تنگ ہوگئی ـــ زمین تنگ ہوجانا یعنی سخت پریشانی کا وقت ہونا ـــ جنگِ حنین کا بیان جاری ہے جبکہ مسلمانوں پر سخت وقت آیا تھا اور اللہ پاک نے یاوری فرمائی تھی ـــ فارسی میں بھی محاورہ ہے کہ :۔

" ملکِ خدا تنگ نیست، پائے مرا لنگ نیست "

اردو میں "زمین سخت ہے" بھی بولتے ہیں۔ تیر کا شعر ہے:-

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے　　　زمیں سخت ہے، آسماں دور ہے

میر حسن دہلوی نے بھی اسی طرح کہا ہے:-

جُدائی تری کس کو منظور ہے　　　زمیں سخت ہے آسماں دور ہے

لیکن محسن کاکوروی کہتے ہیں:-

تنگیٔ بزمِ جہاں دیکھ کے گھبراتے ہیں　　　گاؤ تکیہ کرۂ ارض کا اٹھواتے ہیں

(۶۰) پارہ ۱۰- رکوع ۱۲: اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض: جس وقت تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین پر بوجھل ہو جاتے ہو۔ زمین پر بوجھل ہونا، جگہ سے نہ سرکنا، پانو جما کر بیٹھ جانا، اردو میں بھی آتا ہے۔ مجروح کا شعر ہے:-

اس گلی میں بسانِ نقشِ قدم　　　ہم بھی پانوں جمائے بیٹھے ہیں

ظفر کا شعر اس طرح ہے:-

آتے آتے وہ اِدھر کیوں آج تھم کر رہ گئے　　　کیا کہیں رستے میں ان کے پانو جم کر رہ گئے

بارِ زمین[1] بن جانا بھی آتا ہے۔ حالی کہتے ہیں:-

مگر ہم کہ اب تک جہاں تھے وہیں ہیں　　　جمادات کی طرح بارِ زمیں ہیں　　　(مسدس)

حالی کا ایک اور شعر ہے:-

ہوتے ہی تم تو پیدل کچھ رو دیے سوارو　　　ہے لاکھ لاکھ من کا ایک اک قدم تمہارا

(۶۱) پارہ ۱۰- رکوع ۱۲: وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ھی العلیا: اور کافروں کی بات کو نیچا کیا اور اللہ کی بات وہی بلند ہے —— اللہ کی بات یعنی اللہ کا دین مراد ہے —— بات کا نیچا ہونا یا بلند ہونا اردو میں رائج ہے۔ بات نیچی ہونا، بات نیچی رہنا، بات نیچی پڑنا بھی مستعمل ہے جیسے ریاض کا شعر ہے:-

---

[1] بار (بوجھ) مختلف طریقوں سے استعمال ہوتا ہے۔ مولانا احسن مارہروی کا شعر ہے:-

اور کیا محبت میں حالِ زارِ ہستی ہے　　　سر وبالِ گردن ہے، جان بارِ ہستی ہے

ترے عہدِ ستم میں اس کا کیا ذکر　　فلک کی بات بھی نیچی پڑے گی

بات اونچی ہونا، بول بالا ہونا، قدر و منزلت ہونا بھی رائج ہے۔ ظفر کہتے ہیں :-

سرو بالا کا ترے وصف جو کہتا ہے ظفر　　سب میں بات اس کی ہر اے غیرتِ گلشن اونچی

(۶۲) پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۵: ویقبضون ایدیھم: اور بند رکھیں اپنی مٹھی۔ منافقوں کا ذکر ہے کہ وہ بری باتیں سکھاتے ہیں، اچھی بات چھڑا دیتے ہیں اور خرچ کرنے کے اصلی موقعوں پر مٹھی بند رکھتے ہیں ـــــــ اردو میں بھی جوڑ جوڑ کر رکھنے کے معنی میں آتا ہے۔ ظفر کے دو شعر ہیں :-

غنچے کی مٹھی میں زر ہے پر نہیں دستِ کرم　　تنگیٔ دل اور ہے او ر تنگ دستی اور ہے

برنگِ غنچہ باغِ دہر میں کیا فکرِ زر کیجے　　بندھی مٹھی ہے اپنی اور جانا ہاتھ خالی ہے

اس دوسرے شعر میں استغنا مراد ہے۔ مولانا شبلی نے شعر العجم (۴۔ تخیل کی بے اعتدالی) میں اسی معنی میں ایک شعر نقل کیا ہے :-

کسی کے آگے کوئی ہاتھ پسارے کیا دخل　　مٹھی باندھے ہوئے پاتا ہے تولد کو درک

میر نے راز رکھنے کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے :-

ہے کیا تو جیسے غنچہ بندھی مٹھی جا چلا　　مت گل کے رنگ منہ کو کھلا راز فاش کر

(۶۳) پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۸: واعینھم تفیض من الدمع حزناً۔ اور ان کی آنکھوں سے بہتے تھے آنسو اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں۔ تفیض، امنڈ کر نکلنا، پھوٹ بہنا مقصود ہے۔ وہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتے تھے لیکن استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے غم کرتے تھے ان کا ذکر ہے (یہی محاورہ ساتویں پارے کے بالکل شروع میں بھی ہے جبکہ نو مسلم عیسائیوں کا ایک گروہ مدینۂ طیبہ حاضر ہوا تو قرآن پاک سن کر ان کی آنکھیں آنسوؤں سے پھوٹ بہیں) ـــــ غم سے آنکھوں کا پھوٹ بہنا اردو میں آتا ہے۔ درد کہتے ہیں :-

معلوم نہیں آنکھیں یہ کیوں پھوٹ بہی ہیں　　رونے کی طرف کس لئے یہ ٹوٹ پڑی ہیں

اے درد سمجھ سہج نہ ان آنکھوں کا بہنا　　چھاتی کے تئیں دل کو مرے کوٹ بہی ہیں

آتش کا شعر ہے:۔

پھوٹ بہنے دو انہیں یار کے آگے آتش — دل کا احوال بھی آنکھوں کو بیاں کرنے دو

(۶۴) پارہ ۱۰۔ رکوع ۱۶: استغفر لھم او لا تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم۔ آپ ان (کافروں) کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں، اگر آپ ان کے لیے ستر بار بخشش مانگیں تب بھی ہرگز نہ بخشے گا اللہ پاک ان کو۔ ــــ اردو میں بھی کثرت کے لیے یہ عدد استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ تم جیسے ستر کو چراتا ہوں ــــ آتش کا شعر ہے:۔

نکلے پہلو میں ہر اک نام کے ستر ستر — نہ ملی بعد فنا گور میں بھی جا خالی[۵۱]

امیر مینائی نے "ہزار" کے ساتھ استعمال کیا ہے:۔

وہ چہرہ، وہ دہن کہ فدا جس پہ کیجیے — ستر ہزار غنچے، بہتر ہزار پھول[۵۲]

غالب نے منشی حبیب اللہ ذکا کو لکھا ہے "ستر بہتر اردو میں ترجمہ پیر خرف کا ہے، میری بہتر برس کی عمر ہے پس میں اخرف ہوں"۔ نواب میر غلام بابا کو بھی غالب لکھتے ہیں "اب کے رجب کے مہینے سے ستر واں سال شروع ہوگا۔ ستر ا بہترا بوڑھا اپاہج آدمی ہوں"۔

(۶۵) پارہ ۱۱۔ رکوع ۷: واذا مس الانسان الضر دعانا لجنبہ او قاعدا او قائماء اور جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے پڑا ہوا یا بیٹھا یا کھڑا۔ یعنی تمام حالات میں ــــ اردو میں بھی اسی طرح آتا ہے۔ ظفر کا مطلع ہے:۔

کرتے ہیں آہ و نالہ جو ہم اٹھتے بیٹھتے — الفت کا تیری بھرتے ہیں دم اٹھتے بیٹھتے

میر حسن کہتے ہیں:۔

---

[۵۱] اکبر الہ آبادی نے بھی استعمال کیا ہے:۔

کل برگد تھا جن کا براتی — ان کی قبر پہ پھول نہ پاتی
عبرت یہ ہے دو ہا گاتی — ستر پوت بہتر ناتی
جن راون کے دیا نہ پاتی

[۵۲] میر کے "بہتر" نشتر مشہور ہیں۔ منیر شکوہ آبادی کا ایک شعر ہے:۔

منحصر تھی عشق کے مذہب میں بازی نجات — کھیلنے کو یوں زمانے میں بہتر کھیلتے

جو بیٹھیں تو رونا جو اٹھیں تو غم   غرض بیٹھتے اٹھتے اُن پر ستم

خلیل (شاگردِ آتش) کا شعر ہے :۔

خود فراموشی میں بھی ممکن نہیں بھولوں تجھے   رہتی ہے اے یار تیری یاد اٹھتے بیٹھتے

داغ کہتے ہیں :۔

یہ توان کی دل لگی ہے، یہ توان کی بات ہے   وعدہ اٹھتے بیٹھتے، پیمان ہنستے بولتے

(۶۶) پارہ ۱۳۔ رکوع ۴: وابیضت عینٰہ من الحزن : اور غم سے ان کی (یعقوبؑ کی) آنکھیں سفید ہو گئیں ـــــ اردو میں بھی انتہائی گریہ سے آنکھیں سفید ہو جانا آتا ہے۔ آسیر لکھنوی کا شعر ہے :۔

ہے یہی گریہ تو پھر کیسی بصارت اے آسیر   ایک دن کردیں گے آنکھوں کو مری آنسو سفید

غالب کہتے ہیں :۔

نہ چھوڑی حضرتِ یوسفؑ نے یاں بھی خانہ آرائی   سفیدی دیدۂ یعقوبؑ کی پھرتی ہے زنداں پر

میر نے انتظار میں آنکھیں سفید ہونا لکھا ہے :۔

رفتہ رفتہ ہو گئیں آنکھیں بھی اب میری سفید   بس کہ نامے کا کیا یاروں کے میں نے انتظار

(۶۷) پارہ ۱۳۔ رکوع ۱۲: یمحوا اللہ مایشاء ویثبت : مٹاتا ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے (جس کو چاہتا ہے) ؎۱ ـــــ اوپر سے یہ بیان آرہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے معجزہ اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب اللہ پاک چاہتا ہے۔ ہر وعدے کی لکھت پڑھت اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ جو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے (لوحِ محفوظ میں) اور جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ فارسی اور اردو میں نوشتۂ تقدیر یہیں سے رائج ہوا۔ سوز کا شعر ہے :۔

جوابِ نامہ تو نے جان کر کھویا نہ اے قاصد   تری تقصیر کیا، اے یار پر لکّھا ہمارا ہے

(لکّھا یعنی نوشتۂ تقدیر)۔

؎۱ حافظ کا مشہور شعر ہے :۔

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق   ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

ظفر کا ایک مطلع ہے:-

ظفر ہے دانش و تدبیر کا لکھا مٹتا   مگر نہیں کبھی تقدیر کا لکھا مٹتا

ظفر کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:-

کہوں کیا ماجرا اے بے ثباتی نفسِ ہستی کا   مٹا جاتا ہے یوں گویا کہ یہ پانی پہ لکھا ہے

(۶۸) پارہ ۱۳- رکوع ۱۴: جاءتھم رسلھم بالبیّنات فردّوا ایدیھم فی افواھھم: آئے ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لیکر، پھر لوٹائے انھوں نے اپنے ہاتھ اپنے منھ میں ـــــ یہاں مفسرین میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ کفار نے غصّے سے[1] اپنے ہاتھ کاٹ لئے، بعض کہتے ہیں کہ فرطِ تعجب سے ہاتھ منھ پر رکھ لیے کسی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ لوگ پیغمبروں کی باتوں پر ہنسی دبانے کو منھ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔ دوسرے مفسرین نے اور بھی تاویلیں کی ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے اپنے فوائد میں یوں بھی لکھا ہے کہ "جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کی چیز اس کے منھ پر ماری"۔ (یعنی عطاے تو بلقاے تو) ـــــ اگر یہی محاورہ مقصود ہے تو اردو میں یقیناً اسی طرح آتا ہے۔ منیر شکوہ آبادی کا شعر ہے:-

اے طالبِ حق، جیفۂ دنیا سے نہ رکھ میل   جو ہاتھ لگے مار اُسے مُردار کے منھ پر

جرأت کا شعر ہے:-

پڑھ کے چھو منتر جو کہتا تھا کسی کے منھ پہ میں   سو وہ اُلٹا ہو کے میرے منھ پہ اب ٹوٹا پڑا

(۶۹) پارہ ۱۳- رکوع ۱۵: مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد ن اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف: حال ان لوگوں کا جو منکر ہوئے اپنے رب سے، ان کے عمل ہیں جیسے وہ راکھ کہ زور کی چلے اس پر ہوا، آندھی کے دن ـــــ یہاں کافروں کے عمل کو راکھ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کو آندھی اُڑا لے جائے یعنی بالکل برباد کردے۔ فارسی اور اردو میں "برباد" کر دینا بھی غالباً یہیں سے مستنبط ہے۔ میر نے اپنے انداز میں کہا ہے:-

اک گردِ راہ تھا پئے محمل تمام راہ   کس کا غبار تھا پئے دنبالہ گرد تھا

---

[1] غم و تعب سے ہاتھوں کو کاٹنا بھی مستعمل ہے۔ ظفر کہتے ہیں:-

ہم اس طرح ہیں ہجر کی راتوں کو کاٹتے   سینہ ہے اپنا کوٹتے، ہاتھوں کو کاٹتے

غالباً اقبال نے "ساقی نامہ" میں یہیں سے یہ مضمون لیا ہوگا کہ :-

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے　　مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

درد کے یہاں بھی تھا :-

کی تو تھی تاثیر آہِ آتشیں نے اس کو بھی　　جب تلک پہنچے ہی پہنچے راکھ کا یاں ڈھیر تھا

(۷۰) پارہ ۱۳- رکوع ۱۹ : ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار ۔
اور مثال گندی بات کی جیسے درخت گندہ کہ اکھاڑ لیا اس کو زمین کے اوپر سے کچھ نہیں اُس کو ٹھہراؤ ———
کلمۂ کفر کو اس درخت سے تشبیہ دی گئی ہے جو زمین کی سطح پر قائم ہو اور ذرا سے اشارے میں اکھڑ جائے۔
اسی مثال سے اردو میں ہر کمزور اور لچر بات کو بے اصل بات کہنا رائج ہوا ہوگا۔ ہر وہ چیز جس کی کوئی جڑ بنیاد نہ ہو بے اصل ہے۔ ظفر کا شعر ہے :-

قیام ارنڈ کی جڑ سے بھی کم ہے دنیا کو　　کچھ اس کی اصل نہیں ہے مگر فساد کی جڑ

حالی کہتے ہیں :-

دونوں جہاں کی ہے بندھی تجھ سے لڑ　　دین کی تو اصل ہے، دنیا کی جڑ (نشاط امید)

(۷۱) پارہ ۱۳- رکوع ۱۹ : وافئدتھم ھواء ۔ اور ان لوگوں کے دل ہوا ہوں۔ یعنی مارے حیرت اور دہشت کے ان کی عقل اور ہوش باختہ ہوں گے، بیتاب و بے اختیار ہوں گے ——— اردو میں بھی اسی طرح آتا ہے، دل اُڑ جانا سخت حیرت زدہ ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ سحر کا شعر ہے :-

کنگھی جو زلف میں کی، دل اُڑ چلا نکل کر　　کہتے ہیں وہ، سحر نے کھویا شکار میرا

عقل کے طوطے اُڑ جانا بھی اسی سے بنا ہوگا۔ ہاتھ کے طوطے اُڑ جانا، ظفر کے یہاں مستعمل ہے :-

لوگ باغِ سبز دکھلاتے تو ہیں پر ایک دن　　ہاتھ کے طوطے سے اُن کے اے ظفر اُڑ جائیں گے

جی اُڑنا بھی آتا ہے۔ داغ کہتے ہیں :-

کوچۂ دشمن سے یہ آتی نہ ہو یا رب کہیں
جی اُڑا جاتا ہے کچھ بادِ صبا کو دیکھ کر

(۷۲) پارہ ۱۳۔ رکوع ۱۹: وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال: اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا کہ اس سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سرک جائیں، ٹل جائیں۔ یعنی کافروں کا مکر ایسی شدت رکھتا تھا کہ پہاڑ بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اردو میں بھی زور اور شدت کے سلسلے میں اسی طرح آتا ہے۔ دردؔ کا شعر ہے:۔

چھاتی پہ گر پہاڑ بھی ہووے تو ٹل سکے | مشکل ہے جی میں بیٹھے سوچی سے نکل سکے

امیر مینائی کہتے ہیں:۔

کیسی بلا جو نام لیا میں نے آپ کا | آیا پہاڑ بھی مرے آگے تو ٹل گیا

بحرؔ کا شعر ہے:۔

ہزار سر ترے پائے ثبات پر صدقے | اگر پہاڑ بھی ہوتے تو آج ٹل جاتے

ظفرؔ کچھ مختلف کہتے ہیں:۔

دل سنگ ہی گر تیرا تو کیا، ان سے حذر کر | یہ نالے وہ ہیں جن سے کہ کہسار گئے ٹوٹ

(۷۳) پارہ ۱۴، رکوع: الا من استرق السمع۔ مگر جس نے چرا لیا سننے کو۔ یعنی جو چوری سے سن بھاگا۔ استراق یعنی چرانا، اڑانا، چپکے سے لے جانا۔ استراق سمع یعنی بات چرانا، چپکے سے کوئی بات سن لینا، فرشتوں کی باتیں شیاطین چھپ چھپ کر سن لیتے ہیں، بات اُڑا لیتے ہیں ــــ اردو میں بھی "بات لے اُڑنا" کہتے ہیں ــــ فارسی میں "دیوار ہم گوش دارد" اسی لئے احتیاط کے طور پر کہا جاتا ہے۔ جس کو ظفرؔ نے باندھا ہے:۔

مَثَل سُنی نہیں، دیوار بھی رکھے ہے کان | نکالو منھ سے سمجھ کر ہر اک مکان میں بات

خبر لے اُڑنا بھی آتا ہے جیسا ظفرؔ نے کہا ہے:۔

قاصد تو پیچھے خط کو اُدھر لے کے اُڑ گیا | جاسوس پہلے ہی یہ خبر لے کے اُڑ گیا

بات چن لینا، داغؔ نے استعمال کیا ہے لیکن کچھ مختلف ہے:۔

نالہ چن کر دل کی باتیں دل سے باہر لے چلا | یہ بشارت، یہ خبر، یہ مژدہ گھر گھر لے چلا[1]

---

[1] داغؔ نے اور طرح بھی لکھا ہے:۔

(۱) سُنتے ہیں کان رکھ کے فرشتے بھی اس کی بات | کہتا ہے دُور دُور کی انساں کبھی کبھی

(۲) بنائیں اور باتیں آپ ان سے کیا غرض مطلب | یہ چن لیتے ہیں مطلب کی ہمارے کان ایسے ہیں

ڈپٹی نذیر احمد خاں مرحوم نے ترجمۂ قرآن پاک کے دیباچے میں کہا ہے کہ "ہم نے بہتیرا چاہا کہ لوگ ترجمے کو دیکھیں اور نکتہ چینی کریں مگر کسی نے حامی نہ بھری اور یوں کوئی اُڑتی ہوئی سُن بھاگا اور چلتی ہوئی سی ایک بات کہہ دی تو گویا ہم نے اس کو بھی رد نہیں کیا مگر دل کی ہوس پوری نہ ہوئی"۔ ڈپٹی صاحب نے اس جگہ (آیتِ مذکورہ میں) ترجمہ اس طرح کیا ہے "مگر چوری چھپے کوئی بات سُن بھاگے"۔

(۷۴) پارہ ۱۴۔ رکوع ۶: واخفض جناحك للمؤمنين: اور مؤمنین کے لیے آپ اپنا بازو جھکا دیجیے۔ بازو بچھا دیجیے۔ یعنی انتہائی نرمی سے پیش آیئے ـــــ اردو میں پلکیں یا آنکھیں بچھانا، سر آنکھوں پر بٹھانا، سر جھکانا گردن جھکانا وغیرہ آتا ہے لیکن اس آیت کا ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ مجاز ردولوی کا شعر ہے:۔

میں بہت سرکش ہوں لیکن اک تمہارے واسطے ‏ ‏ دل بچھا سکتا ہوں میں آنکھیں بچھا سکتا ہوں میں

ڈپٹی نذیر احمد صاحب نے با محاورہ ترجمہ اس جگہ یہ کیا ہے کہ "مسلمانوں سے (گو کیسے ہی غریب ہوں ہمیشہ) جھک کر ملنا۔ داغ کا مشہور شعر ہے:۔

داغ ہر شخص سے جھک کر ملیے ‏ ‏ کچھ عجب چیز ملنساری ہے

(۷۵) پارہ ۱۴۔ رکوع ۱۳: يتوارىٰ من القوم من سوء ما بشر به: چھپتا پھرتا ہے قوم سے اس چیز کی برائی کی بنا پر جس کی بشارت اس کو سنائی گئی"۔ توارىٰ معنی چھپنا، پوشیدہ ہونا۔ شرمندگی اور پشیمانی کی وجہ سے جب کوئی آدمی چھپتا پھرتا ہے اس وقت اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے ـــــ اردو میں بھی اسی طرح آتا ہے۔ غالب کا شعر ہے:۔

شرمِ رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک میں ‏ ‏ ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے

ظفر کہتے ہیں:۔

ظفر منہ کس کا میدانِ سخن میں منہ چڑھے تیرے ‏ ‏ کہ جو آتا ہے وہ اپنے چھپاتا منہ کو آتا ہے

کلیم (شاگردِ احسن مارہروی) کا شعر ہے:۔

دمِ آخر کفن میں منہ چھپا لینے سے کیا حاصل
کلیم آتی ہے تم کو شرم اب اپنے گناہوں سے؟

اسی سے پھر "منہ دکھانے کے قابل نہ ہونا" رائج ہوا۔ مجروح کہتے ہیں:۔

اس آئینہ رو کی بداطواریوں نے ۔۔۔ نہ رکھا ہمیں منہ دکھانے کے قابل

(۷۶) پارہ ۱۴۔ رکوع ۱۶۔ وما امر الساعۃ الا کلمح البصر: اور قیامت کا حال پلک جھپکنے جیسا ہے یعنی اس میں بہت ہی کم مدت ہے۔ لمح یعنی آنکھ جھپکنا، پلک جھپکنا۔ فارسی "چشم زدن" آتا ہے ـــــ اردو میں بھی اسی طرح آتا ہے اور اس سے بہت ہی قلیل مدت مراد ہوتی ہے۔ داغ کہتے ہیں:۔

اس نے جب آنکھ سے ملائی آنکھ ۔۔۔ لے گیا دل پلک جھپکنے میں

(۷۷) پارہ ۱۴: رکوع ۱۹: ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا: اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے قوت کے بعد اپنے کاتے ہوئے کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ یعنی اپنی کی کرائی محنت کو برباد کر دیا ــــ یہاں مؤمنین کو قسم کے بارے میں سمجھایا جا رہا ہے کہ دیکھو یہ بڑی نادانی ہے کہ خود ہی تو اپنی بات کو قسم سے مضبوط کرتے ہو اور پھر خود ہی اسے باطل کر دیتے ہو، تم اس بڑھیا کی طرح ہو جو خود ہی کاتتی ہے اور جب سوت مضبوط تیار ہو جاتا ہے تو اُسے خود ہی توڑ ڈالتی ہے ـــــ اردو میں بھی بالکل اسی طرح بولتے ہیں کہ اس شخص نے اتنی محنت کی لیکن اس کا کاتا کوتا کپاس ہو گیا۔

(۷۸) پارہ ۱۴۔ رکوع ۱۹: فتزل قدم بعد ثبوتھا: پس پھسل جائے قدم جم جانے کے بعد۔ عربی کا یہ مشہور محاورہ ہے۔ صرف پاؤں پھسلنا ہی مراد نہیں بلکہ ہر غلطی میں پڑنا پاؤں پھسلنا کہلاتا ہے ـــــ اردو میں بھی اسی طرح مستعمل ہے۔ بحر کا شعر ہے:۔

نور برساتی ہے زلفوں کی گھٹا چہرے پر ۔۔۔ پاؤں اس کوچے میں پھسلے گا مقرر اپنا

پاؤں بہکنا، امانت لکھنوی نے لکھا ہے:۔

بہکے زمینِ شعر میں پاؤں امانت اپنا کیا ۔۔۔ جب ہوئی لغزش اک ذرا، نکلا زباں سے یا علیؑ

امیر مینائی کا شعر ہے:۔

پھرتی ہے حسرتِ پابوس دو عالم میں تباہ ۔۔۔ اک جگہ پاؤں ٹھہرتا نہیں ہر جائی کا

نسیم دہلوی کہتے ہیں:۔

دارِ فانی مقامِ لغزش ہے　　　　کوئی اپنا قدم جما نہ سکا[1]

(۷۹) پارہ ۱۵۔ رکوع ۲: وکل انسان الزمناہ طٰئرہ فی عنقہ: اور ہر آدمی کا اعمال نامہ ہم نے اس کی گردن میں لگا دیا یعنی اس کے لئے لازم کر دیا، اعمال نامے سے اس کی "گلو خلاصی" ممکن نہیں۔ اعمال نامہ ایسا لازم ہو گیا جس طرح گردن کے لیے ہار یا طوق جو اس کو نہیں چھوڑتا ـــ اردو میں بھی اسی طرح آتا ہے: گلے پڑنا، گلے کا تعویذ یا ہار بننا، گلے کا ہار ہو جانا، گلے بندھنا وغیرہ ـــ میر کا شعر ہے:۔

اب تو گلے بندھا ہے زنجیر و طوق ہونا　　　　عشق و جنوں کے اپنے ناموس دار ہیں ہم

ظفر کا شعر ہے:۔

گلے بندھا تھا جو عاشق کی زیست کا جھگڑا　　　　اجل سے پوچھیو کچھ فیصلہ کیا نہ کیا

(۸۰) پارہ ۱۵۔ رکوع ۲۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ: اور نہیں بوجھ اٹھاتا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا۔ یعنی ایک کے گناہوں کی گٹھڑی دوسرے کے سر پر نہیں رکھی جاتی ـــ اردو میں بھی اسی طرح آتا ہے۔ کسی کا بوجھ اٹھانا، بوجھ بٹانا بھی مستعمل ہے۔ منیر شکوہ آبادی کہتے ہیں:۔

لینا نہیں ہے کوئی یہ گٹھڑی بندھی ہوئی　　　　دو گز کفن سے اس کو بدلتے ہیں سرفروش

قلق کے اشعار ہیں:۔

آپ تم اپنا گھر سنبھالو گے　　　　باپ کا سارا بوجھ اٹھا لو گے

کہتا ہوں قلق بارِ غمِ ہجر سے دب کر　　　　اتنا نہیں کوئی جو مرا بوجھ بٹا لے

اسی طرح بوجھ بن جانا وغیرہ محاورے بن گئے ہیں ـــ مثلاً ظفر کا شعر ہے:۔

وہ گراں بارِ الم ہوں میں کہ بعد از مرگ بھی　　　　گرد میری خاطرِ بادِ سحر پر بوجھ ہے

(۸۱) پارہ ۱۵۔ رکوع ۹: واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونا بجانبہ: اور جب ہم نعمت عطا کریں انسان کو تو وہ ٹال جائے اور بچائے اپنا پہلو ـــ پہلو بچانا اردو میں رائج ہے ـــ داغ کہتے ہیں:۔

---

[1] سرسید نے تہذیب الاخلاق کے آخری پرچے میں لکھا ہے "ہمت نے ساتھ دیا اور صبر نے سہارا، اور اپنی قوم کی بھلائی میں قدم گاڑا" ـــ داغ کا شعر ہے:۔

وہ نزاکت سے تھم گئے چل کر　　　　لو قدم گڑ گئے قیامت کے

ہرسخن میں گرچہ سو پہلو بچاتا ہوں مگر　　　آرزوئیں ٹپکی پڑتی ہیں مری تقریر سے

جلیل کا شعر ہے :-

نکلا تو ساتھ لے نہ گیا دل کو لے جلیل　　　پہلو میں آکے تیر بھی پہلو بچا گیا

(۸۲) پارہ ۱۵-رکوع ۱۳: فلعلك باخع نفسك علیٰ آثارھم: سو کہیں تو گھونٹ نہ ڈالے اپنی جان کو اُن کے پیچھے۔ (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ اگر کفار آپ کی بات نہ مانیں تو آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو گھُلائیں نہیں) — اردو میں بھی بولتے ہیں کہ فلاں کے پیچھے کیوں پریشانی اٹھاتے ہو — بجر کا شعر ہے :-

کہو بجر ایسی ہی تھی شکل آگے　　　ہوئی کس کے پیچھے یہ صورت تمہاری

(۸۳) پارہ ۱۵-رکوع ۱۴: وربطنا علیٰ قلوبھم: اور ہم نے گرہ دیدی ان کے دلوں پر (ربط اور مضبوطی دیدی ان کے دلوں پر) یہاں اصحابِ کہف کا ذکر ہے کہ جب وہ طویل نیند سے جاگے تو نیند کے زمانے کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہوا لیکن وہ ثابت قدم رہے اور اپنی بات صاف کہدی کہ ہمارا رب ہے رب آسمان اور زمین کا — اردو بلکہ سنسکرت میں بھی ڈھارس بندھانا DARDHYA दार्ढ्य قریب قریب اسی قرآنی محاورے کا ترجمہ ہے — جرأت کا شعر ہے :-

جو آنا ہے تو آ جینے کا اس کے کیا بھروسا ہے　　　کوئی دم اور بھی ڈھارس ترا بیمار باندھے ہے

(۸۴) پارہ ۱۵-رکوع ۱۶: ولا تعد عینٰك عنھم: اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر (تلاش میں رونقِ دنیا کی زندگی کی) یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے فرمایا کہ آپ اپنے غریب اور شکستہ حال مخلصین کو چھوڑ کر موٹے موٹے دنیاداروں کی طرف نظر نہ اٹھائیے — اردو میں آنکھوں اور نگاہوں کا دوڑنا مستعمل ہے۔ ظفر کے شعر ہیں :-

تری نگاہیں جو اے فتنۂ زماں دوڑیں　　　تو دل پہ لاکھوں بلاہائے ناگہاں دوڑیں

اگرچہ آنکھیں تری برنیاں ہیں پر اے شوخ　　　شکارِ دل پہ مرے جیسے چیتیاں دوڑیں

داغ کہتے ہیں :-

ہر طرف مجمعِ اغیار ہی دیکھا ہم نے　　　آنکھیں دوڑائیں تری بزم میں کیا کیا ہم نے

(۸۵) پارہ ۱۵- رکوع ۱۷: فاصبح یقلب کفیہ علیٰ ما انفق فیھا: پھر صبح کو رہ گیا ہاتھ نچاتا (ہاتھ ملتا) اُس مال پر جو اس میں لگایا تھا۔ ہاتھ نچانا سے قریب ہاتھ ملنا (کفِ افسوس ملنا) اردو میں بھی آتا ہے ظفر کا شعر ہے:-

ہاتھ ملتا ہوں کہوں کیا یار جانی کیا ہوا   ہاتھ سے وہ قول کا چھلا نشانی کیا ہوا

داغ کہتے ہیں:-

وہ دل لے کے چُپکے سے چلتے ہوئے   یہاں رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

حالی کا شعر ہے:-

طاؤس و کبک خوش خوش گلشن میں ہیں خراماں   اور بیٹھے ہاتھ ملتے گلچین و باغباں ہیں

(۸۶) پارہ ۱۶- رکوع ۲: الذین کانت اعینھم فی غطآءٍ عن ذکری: (کافر) جن کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا میری یاد سے، یعنی اللہ پاک کی نشانیاں دیکھ کر بھی اس کو یاد نہ کرتے تھے ان کی آنکھیں اندھی تھیں۔ ظفر کا شعر ہے:-

اگر غفلت کا پردہ ہم اٹھاتے اپنی آنکھوں سے   تو جو واں دیکھتے یاں دیکھ جاتے اپنی آنکھوں سے

داغ کہتے ہیں:-

کرتا ہے داغ کوچۂ قاتل میں تاک جھانک   پردے پڑے ہیں آنکھوں پہ غفلت تو دیکھیے

اسد لکھنوی (شاگردِ اسیر) کا شعر ہے:-

پڑیں کیوں نہ آنکھوں پہ غفلت کے پردے   کہ ہر دم یہاں سامنا ہے کسی کا!

(۸۷) پارہ ۱۶- رکوع ۶: قال سلٰم علیک: کہا سلام تجھ پر۔ جب ابراہیم علیہ السلام کو اُن کے والد نے سنگسار کرنے کی دھمکی دی اور کہا دُور ہو جا میرے پاس سے ایک مدت (عمر بھر کے لئے) تو ابراہیم علیہ السلام نے رخصت یا متارکت کا سلام کیا۔ اردو میں بھی بولتے ہیں کہ فلاں بات یوں ہے تو ہمارا سلام لو۔ ظفر کا مطلع ہے:-

دوستی کو بندگی اور اُن کی الفت کو سلام   عشق کو آداب میرا اور محبت کو سلام[۱]

---

[۱] ظفر کا ایک اور مطلع ہے:-

مغز میرا اُڑ گیا ناصح، نصیحت کو سلام   لو سدھارو گھر کو، میں کرتا ہوں حضرت کو سلام

داغ کہتے ہیں :-

زباں کا وہ تو نگاہوں سے کام لیتے ہیں
انھیں سلام ہے جو یوں سلام لیتے ہیں

رخصت یا متارکت کے سلام کے علاوہ محض چھیڑ کے لیے بھی سلام ہوتا ہے - مثلاً غالب کا مشہور شعر ہے :-

تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے !

مائل دہلوی کہتے ہیں :-

یہ کہہ کے چھیڑتے ہیں جوانانِ میکدہ
مائل تمہیں سلام کہا ہے بہار نے

(۸۸) پارہ ۱۶ - رکوع ۹ : تکاد السموٰت یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدًّا : (اللہ پاک کی شان میں کسقدر زبردست گستاخی ہے کہ لوگ اس کی شان میں اولاد کی احتیاج ثابت کرنے لگے، بعید نہیں کہ اس گستاخی پر) ابھی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر ـــ اردو میں بھی بددعا کے طور پر کہتے ہیں کہ خدا کا غضب نازل ہو، آسمان ٹوٹ پڑے، آسمان پھٹ پڑے وغیرہ۔

اسیر کا شعر ہے :-

گور پر ساقی نے توڑا آ کے جب مینائے مے
ہم یہ سمجھے آسماں ٹوٹا ہماری خاک پر

رند کہتے ہیں :-

اجاڑا موسمِ گل ہی میں آشیاں میرا
الٰہی ٹوٹ پڑے تجھ پہ آسماں صیاد

نوازش کا شعر ہے :-

میں کہاں اور قفس کہاں صیاد
پھٹ پڑے تجھ پہ آسماں صیاد

(۸۹) پارہ ۱۶ - رکوع ۱۱ = واجعل لی وزیرا من اھلی ہٰرون اخی اشدد بہ ازری : (موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا) اور دے مجھ کو ایک کام بٹانے والا میرے گھر کا، ہارون میرا بھائی، اس سے مضبوط کر کمر میری ـــ بھائی کو بندِ کمر بھی کہتے ہیں - دبیر کا شعر ہے :-

بولے حسینؑ بندِ کمر ٹوٹا جاتا ہے
دیکھو جوانو قاتلِ عباس آتا ہے

(مرثیہ : پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی) سلہ
(سلہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

(۹۰) بھائی کو قوتِ بازو بھی کہتے ہیں جیسا کہ پارہ ۲۰۔ رکوع ۷ میں ہے: قال سنشد عضدک باخیک (اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے) فرمایا کہ ہم مضبوط کردیں گے تیرے بازو کو تیرے بھائی سے —— اردو میں بھی بھائی کو قوتِ بازو بھی کہتے ہیں۔ دبیر کے اشعار ہیں:۔

لشکر میں ہے یہ اکبر و عباس کا وقار — وہ انجمن میں شمع تو یہ باغ میں بہار
آنکھوں میں وہ نگاہ تو سینوں میں یہ قرار — وہ بازوؤں میں زور، یہ قبضے میں ذوالفقار

(مرثیہ:۔ ایضاً)

انیس نے بھی حضرتِ عباس کے متعلق کہا ہے:۔

بازوے شاہِ دیں، جسدِ مرتضیٰ کی جان — پیروں کا سرپرست، جوانوں کا قدردان

(مرثیہ: جاتی ہے کس شکوہ سے رن میں خدا کی فوج)

(۹۱) پارہ ۱۶۔ رکوع ۱۷: ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم زھرۃ الحیوٰۃ الدنیا: اور مت اٹھا اپنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی کی۔ یعنی دنیا میں کافروں کو جو قسم قسم کے عیش و نعم کے سامان دیے ہیں ان کی طرف آپ کبھی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیے۔ —— اردو میں بالکل اسی طرح آتا ہے، آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا یعنی خاطر میں نہ لانا۔ آسیر کا شعر ہے:۔

گردوں کو آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھتے ہیں ہم — اس جام بے شراب کی مٹی خراب ہو

ظفر کہتے ہیں:۔

بل بے غرورِ حسن نہ دیکھے آنکھ اٹھا کر ایک نگاہ — پریاں گرچہ باندھیں پر اُس رشکِ حور کے رستے پر

داغ کا شعر ہے:۔

او مری نعش اٹھانے والے — آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا جاتا؟

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

لہ اسی مرثیے میں دبیر نے "دل کے درد" سے بیٹے کا درد مراد لیا ہے:۔

بے چین دل کے درد سے ہونے لگے حسینؑ — اکبر کا سینہ چوم کے رونے لگے حسینؑ

انیس بھی کہتے ہیں:۔

تم جب سے چھوٹے ساعد و بازو میں درد ہے — گردن میں سر میں آنکھ میں ابرو میں درد ہے
دل میں کمر میں سینے میں پہلو میں درد ہے — رگ رگ میں کیا ہر ایک بُنِ مو میں درد ہے

(۹۲) پارہ ۱۷۔ رکوع ۱: مایأتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون: کوئی نصیحت نہیں پہنچتی اُن کو ان کے رب سے نئی مگر اس کو سنتے ہیں کھیل میں لگے ہوئے۔ یعنی کھیل میں اڑا دیتے ہیں، کھیل تماشا سمجھتے ہیں کوئی اہمیت نہیں دیتے (پارہ ۶، رکوع ۱۳ میں بھی اسی طرح کا مضمون تھا) ـــــ فارسی کی طرح اردو میں بھی بالکل اسی طرح مستعمل ہے ـــــ غالب کہتے ہیں:۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
اک کھیل ہے اورنگِ سلیماں مرے نزدیک اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے

منیر شکوہ آبادی کا مطلع ہے:۔

رہے اوروں سے گنجفے کا کھیل جان پر کھیلنا ہے اپنا کھیل

(۹۳) پارہ ۱۷۔ رکوع ۱: افتأتون السحر وانتم تبصرون: پھر کیوں پھنستے ہو اس کے جادو میں آنکھوں دیکھتے۔ چند ظالم لوگوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہا کہ وہ تو تم جیسے انسان ہیں، ہو نہ ہو، انھوں نے جادو والا کلام پیش کیا ہے، پس آنکھوں دیکھے کیوں ان کے جادو میں پھنستے ہو ـــــ اردو میں بھی کہا جاتا ہے کہ آنکھوں دیکھے فلاں مصیبت میں نہ پڑو۔ آنکھوں دیکھے مکھی نہ کھاؤ، وغیرہ

(۹۴) پارہ ۱۷۔ رکوع ۲: بل نقذف بالحق علی الباطل فید مغہ فاذا ھو زاھق: یوں نہیں پر ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر، بس وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے (سر پھوڑ ڈالتا ہے) پھر وہ باطل جاتا رہتا ہے ـــــ یہاں تباہ کر دینا مراد ہے۔ اردو میں بھی یہی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔ منیر شکوہ آبادی کا شعر ہے:۔

پتھر پڑے تقدیر پر اے جوششِ وحشت ٹکڑے مرے سر کے ہوئے بھیجا نکل آیا

منیر کا ایک اور شعر ہے:۔

راہ سر پھوڑنے کی کس نے بتائی اے دل کیا عدم سے خطِ پیشانیِ فرہاد آیا

(۹۵) پارہ ۱۷، رکوع ۵: ووھبنا لہ اسحٰق ویعقوب نافلۃ۔ اور ہم نے بخشا اس کو اسحٰق اور یعقوب دیا انعام میں۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں بیٹا مانگا تھا اور ہم نے پوتا بھی دیدیا (علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام)۔

اردو میں بالکل یہی اسلوب آتا ہے کہ فلاں چیز تو ملی ہی تھی فلاں اور انعام یا منافع میں مل گئی۔

(۹۶) پارہ ۱۷۔ رکوع ۷: فاذا ھی شاخصۃ ابصار الذین کفروا: پھر اس دم اوپر لگی رہ جائیں گی منکروں کی آنکھیں۔ (یہ ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ کا ہے) فوائد میں مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم لکھتے ہیں کہ "جزا و سزا کا وعدہ جب نزدیک آلگے گا تو اس وقت منکروں کی آنکھیں مارے شدتِ ہول کے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور اپنی غفلت پر دستِ حسرت ملیں گے۔") ڈپٹی نذیر احمد مرحوم نے ترجمہ کیا ہے کہ "کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی" ــــ اردو میں بھی اوپر کو (چھت کو) آنکھیں لگ جانا فکر و تردد کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مثلاً وزیر کا شعر ہے:-

تم رہے بام پہ یاں لگ گئیں آنکھیں چھت سے
رات گنتی رہی ہر ایک کڑی میری آنکھ

موت کے آثار کے لیے بھی آتا ہے۔ جرأت کا شعر ہے:-

گرے یوں بسترِ غم پر کہ آنکھیں لگ گئیں چھت سے
نظر آیا تھا جلوہ ہم کو جرأت بام پر آگے

(۹۷) پارہ ۱۷۔ رکوع ۷: یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب: جس دن (قیامت میں) ہم لپیٹ لیویں آسمان کو جیسے لپیٹتے ہیں طومار میں کاغذ۔

اسی مثال کے مطابق اردو میں بھی طومار باندھنا اور کھولنا کے علاوہ دفتر بند کرنا، تہ کرنا، مکتوب لپیٹنا وغیرہ آتا ہے۔ داغ کا شعر ہے:-

اک حرفِ محبت پہ بگڑتے ہیں وہ سو بار
اب دفترِ افسانۂ الفت ہی ہوا بند

جلیل کہتے ہیں:-

دیکھ کس رنگ سے اٹھی ہے گھٹا
تہ کر اب وعظ کا دفتر واعظ

ہجر کا شعر ہے:-

مثنوی ہجر نے لکھی مرے افسانے کی
کیوں پڑھا حرفِ محبت جو یہ طومار بندھے

شاد عظیم آبادی کہتے ہیں:-

اے شاد دفترِ غم اُن کو سنا رہا ہوں
شکوے شکایتوں کے طومار کھل رہے ہیں

منیرؔ شکوہ آبادی کا شعر ہے:-

مکتوب وصفِ سبزۂ خط کا لپیٹیے! پُڑیا بندھی بنفشۂ خطِ سیاہ کی

(۹۸) پارہ ۱۷- رکوع ۱۳: فہی خاویۃ علی عروشہا: پس وہ (بستیاں) گری پڑی ہیں اپنی چھتوں پر- یہیں سے فارسی اور اردو میں تہ و بالا ہوجانا محاورہ بنا ہوگا جو صحیح ترجمہ بھی ہے اور ترجمانی بھی ——— امیر مینائی کہتے ہیں :-

دونوں عالم ہوئے تہ و بالا! تم تھے پردے میں کس قیامت کے

(۹۹) پارہ ۱۷- رکوع ۱۴: فتخبت لہ قلوبھم: پس نرم ہوجائیں اس کے آگے ان کے دل ——— یہاں مومنوں کا ذکر ہے کہ شیطان اگر شبہات بھی پیدا کرتا ہے تو اللہ پاک کی طرف سے انھیں علم (سمجھ) عطا ہوتا ہے اور اس طرح ان کے دل اور نرم ہوجاتے ہیں- اس سے پہلے کی آیت میں ظالموں کے متعلق ذکر آیا ہے کہ وہ (ان شبہات کی وجہ سے) مخالفت میں دور جا پڑے- (والقاسیۃ قلوبھم: اور جن کے دل سخت ہیں) ——— اردو میں دل کا نرم ہونا، دل کا پگھلنا آتا ہے جس کے معنی ہیں دل میں اثر ہونا- ناسخؔ کا شعر ہے:-

کیونکر مرے رونے سے دل نرم ہو اُس بُت کا پتھر پہ کبھی پانی تاثیر نہیں کرتا

داغؔ کہتے ہیں :-

موم ہوتا ہے مری آہ سے پتھر لیکن سنگ دل اک ترا دل ہے کہ پگھلتا ہی نہیں

اسی طرح بے شمار قرآنی محاورات ہماری زبان وادب میں رائج ہیں- کاش یہ اثرات زبان کے ذریعے دل میں بھی اُتر جائیں-

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین-

اردو میں حدیث کے محاورات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو احسانات بنی نوعِ انسان پر ہیں ان میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ آپؐ نے انسان کو بات کرنے کا سلیقہ سکھایا اور ایسے مضامین اور محاورات عنایت فرمائے کہ چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی ہمارے کام و دہن اُن سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہماری زبانوں میں جاری و ساری ہیں۔ اگر کوشش اور کاوش کی جائے تو دنیا کی مختلف زبانوں پر بھی ان کے اثرات کا بخوبی جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

یہاں فی الحال ہم (قرآنی سورتوں کی تعداد کے مطابق) احادیث کے صرف ۱۱۴ محاورات اور مضامین کا ذکر کرتے ہیں جن سے اردو ادب مستفید ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم (اس اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچاتی، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ اور وہ سننے والا جاننے والا ہے)۔

ع کہیں جبریلؑ اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ (محسن کاکوروی)

کسی کا مشہور شعر ہے:-

ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں
مری انتہائے نگارش یہی ہے

اب مشکوٰۃ شریف (مظاہرِ حق۔ جلد اوّل[1]) کے مطالعے سے چند مضامین عرض کیے جاتے ہیں۔

(۱) کھا جانا (ہڑپ کر لینا، ختم کر دینا)۔ حدیث میں آتا ہے کہ دوزخ نے اپنے سخت گرم اجزاء کی شکایت اللہ تعالیٰ سے اس طرح کی:— اَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا (م ح ۱/۴۰۲): کھایا بعضے میرے نے بعض کو — اردو میں بھی اسی طرح مستعمل ہے — امیر مینائی کہتے ہیں:-

---

[1] مطبوعہ لکھنؤ۔ سال طباعت درج نہیں۔

ہوے نامور بے نشاں کیسے کیسے ‏ زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جلیل کا شعر ہے :-

آنکھیں بھی مانگتی ہیں دل، ابرو بھی، زلف بھی ‏ مجھ کو سب اپنی اپنی طرف کھائے جاتے ہیں

نظر بھی کھا لیتی ہے جیسا کہ انیس نے لکھا ہے :-

اٹھارہواں برس تھا کہ موت آ گئی تجھے ‏ اے نورِ عین کس کی نظر کھا گئی تجھے

(۲) فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاسِہٖ (م-ح-۱/۲۲۰): پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ پھیرا۔ (جس شخص نے اذان کا طریقہ دریافت کیا تھا) - یعنی شفقت کے طور پر - سر پر ہاتھ رکھنا، سر پر ہاتھ پھیرنا، اردو میں مستعمل ہیں - محسن کہتے ہیں :-

درماندہ ہوں، خستہ حال ہوں، بیکس ہوں ‏ سر پر مرے ہاتھ رکھ مجھے برپا کر

نصیر دہلوی کا شعر ہے :-

مجنوں کے نہ کیوں چاٹتا تلوے سگِ لیلیٰ ‏ پھیرے تھا سدا ہاتھ وہ چمکار کے سر پر

(۳) اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (م-ح-۱/۲۲۴): اذان دینے والے لمبے ہوں گے لوگوں سے گردنوں میں، دن قیامت کے۔ (یعنی ممتاز و معزز ہوں گے) ـــ اردو میں گردن فرازی، گردن کشی محاورات استعمال ہوتے ہیں لیکن ان میں سرکشی کا پہلو نکلتا ہے۔

(۴) خَصْلَتَانِ مُعَلَّقَتَانِ فِیْ اَعْنَاقِ الْمُؤَذِّنِیْنَ لِلْمُسْلِمِیْنَ صِیَامُھُمْ وَصَلٰوتُھُمْ (م-ح-۱/۲۳۴) ۔ اذان دینے والوں کی گردنوں میں دو چیزیں مسلمانوں کی خاطر لٹکی ہوئی ہیں، اُن کے روزے اور ان کی نمازیں (یعنی ان کے گلے پڑی ہوئی ہیں، اُن کے ذمے ہیں صحیح اوقات روزے اور نماز کے) ـــ اردو میں گلے پڑنا، گلے بندھنا، گلے کا ہار بن جانا وغیرہ محاورے مستعمل ہیں ـــ جانؔ صاحب کا شعر ہے :-

ساتھ نرگس کا بنفشہ نے دیا تنگی ہیں ‏ ایک کیا دو دو گلے سے مرے بیمار بندھے

مصحفی کا شعر ہے :-

خیالِ یار جو شب مجھ سے ہم کنار رہا ‏ تمام شب میں اسی کے گلے کا ہار رہا

(۵) ... اَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا (م۔ح۔ ۱/۲۳۷) زیادہ ناپسندیدہ مقامات اللہ کے نزدیک ان کے بازار ہیں ۔ یہیں سے بازاری اور سوقیانہ (پن) ایک محاورہ بن گیا ۔۔۔ رجب علی بیگ سرور لکھتے ہیں :۔
"لکھنؤ کے جیسے بازاری ہیں کسی شہر کے ہفت ہزاری ہیں" (فسانۂ عجائب ۔ لکھنؤ کا بیان) ۔۔۔ مولانا شبلی لکھتے ہیں :۔
"فصاحت کے متعلق ایک بڑا دھوکا یہ ہوتا ہے کہ چونکہ فصاحت کے یہ معنی ہیں کہ لفظ سادہ آسان کثیر الاستعمال ہو، اس لئے لوگ مبتذل اور سوقیانہ الفاظ کو بھی فصیح سمجھ لیتے ہیں ۔ حالانکہ ان دونوں میں سفید و سیاہ کا فرق ہے" (موازنۂ انیس و دبیر) ۔۔۔ مولانا سلیمان ندوی لکھتے ہیں :۔ "ضلع جگت درحقیقت ایک بازاری چیز ہے ۔ اس لئے سنجیدہ کلام اس کا متحمل نہیں ہو سکتا" (اکبر کا ظریفانہ کلام) ۔۔۔ مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں :۔ "شعرائے لکھنؤ کا عام رنگ معاملہ بندی ہے جس نے حدِ اعتدال سے بڑھ کر بازاری روش اختیار کر لی ہے" ۔ (شعر الہند ۔ ۱/۲۱۱ ۔ پہلا ایڈیشن)

(۶) ... فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ (م۔ح۔ ۱/۲۳۸) : پس بہتی ہیں آنکھیں اس کی ۔۔۔ آنکھیں پھوٹ بہنا، (آنسو جاری ہونا) ۔۔۔ حدیث میں اُن لوگوں کا ذکر آتا ہے جو قیامت میں اللہ کے زیرِ سایہ رہیں گے ۔ ایک وہ ہوں گے جن کی آنکھیں اللہ کی یاد میں بہتی ہیں ۔ آنکھیں پھوٹ بہنا (بے اختیار آنسو جاری ہونا) اردو میں مستعمل ہے ۔ آتش کا شعر ہے :۔

پھوٹ بہنے دو اُنھیں یار کے آگے آتش	دل کا احوال بھی آنکھوں کو بیاں کرنے دو[۱]

(۷) زیرِ سایہ رکھنا ۔ (اپنے حفظ و امان میں رکھنا ۔ رحمت میں داخل رکھنا) حدیث میں ہے :۔ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ (اللہ ان کو سایے میں رکھے گا بیچ اپنے سایے کے) (م۔ح۔ ۱/۲۳۸) ۔۔۔ زیرِ سایہ رکھنا اور زیرِ سایہ رہنا اردو میں بھی بولتے ہیں ۔ مدظلہ، مدظلہم وغیرہ بھی بزرگوں کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔ غالب کہتے ہیں :۔

(۱) سایہ اُس کا ہُما کا سایہ ہے	خلق پر وہ خدا کا سایہ ہے
(۲) مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیئے	بھوں پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہیئے

داغ کہتے ہیں :۔

سرخ رُو داغ ہو یوں ظلِّ کرم سے تیرے	پرتوِ مہر سے جس طرح بنے لعلِ یمن

---

[۱] اردو میں قرآنی محاورات ۔ نمبر ۶۳ کے ذیل میں بھی دیکھیں ۔

(۸) ہاتھ رکھنا (پیٹھ پر ہاتھ رکھنا فضل وکرم کے لیے) حدیث میں ہے :۔ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ (م۔ح۔ ۱/۲۴۴) : پس رکھا اللہ نے اپنا ہاتھ درمیان میرے مونڈھوں کے ـــــ پیٹھ پر ہاتھ پھیرنا، پیٹھ یا سر پر ہاتھ رکھنا اردو میں مستعمل ہے ـــــ مصحفی کا شعر ہے :۔

میں اسی رشک میں مرتا ہوں کہ کل غیر نے ہائے ہاتھ ہنگامِ قسم کیوں ترے سر پہ رکھا

(۹) بھاری ہونا (آنکھوں کا) ۔ ۔ ۔ فَنَعَسْتُ فِي صَلَاتِي حَتَّى اسْتَثْقَلْتُ ۔ ۔ ۔ (م۔ح۔ ۱/۲۵۱)

پس اونگھا میں اپنی نماز میں حتیٰ کہ میں بھاری ہوا۔ (آنکھیں بوجھل ہوئیں) ـــــ آثر لکھنوی کا شعر ہے :۔

بیتابی ہے، بے خوابی ہے، یاد ہیں ایسی راتیں بھی نیند سے بھاری آنکھیں کسی کی، گھم گھم باتیں بھی

(۱۰) دم چڑھنا، سانس پھول جانا۔ ایک صحابی دوڑ کر رکوع کی حالت میں صف میں شامل ہو گئے :ـــ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ (م۔ح۔ ۱/۲۷۵) اور اُن کی سانس پھول گئی ـــــ ناسخ کہتے ہیں :۔

کوئے قاتل میں پہنچ کر سر ہوا مجھ کو وبال بوجھ اُترنے کی جگہ دم چڑھ گیا مزدور کا

دم پھولنا بھی بولتے ہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد لکھتے ہیں : "لاٹ پر چڑھنے سے ہانپنے لگتے ہیں اور دم پھول جاتا ہے" (بنات النعش ۵۲)

(۱۱) لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا (م۔ح۔ ۱/۳۰۶) : نہ ٹھہراؤ گھروں کو مانند قبروں کے ـــــ اسی سے راسخ نے یہ مضمون لیا ہوگا :۔

شبِ ہجر گھر کھائے جاتا ہے ہم کو دہانِ لحد کے حوالے ہوئے ہیں

ناسخ کہتے ہیں :۔

گھر مرا فرقت میں سونا ہو گیا کُنجِ مدفن کا نمونہ ہو گیا

انیس کہتے ہیں :۔ ع گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے

(۱۲) ناک رگڑنا۔ (الحاح وزاری۔ خواری ہونا)۔ حدیث میں اس طرح آتا ہے :۔ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ (م۔ح۔ ۱/۳۰۷) : خاک آلود ہو ناک اُس شخص کی، یعنی وہ خوار ہو ـــ رشک کا شعر ہے :۔

تم ناک رگڑواتے رہے پیرِ مغاں سے سب ناک کے رستے سے کرامات نکالی

اکبر الہ آبادی کہتے ہیں :۔

ناک رگڑی برسوں اس ارمان میں سُن لیں میری بات اک دن کان میں

(۱۳) کالا (مطلق سانپ کو بھی کہتے ہیں)۔ حدیث میں ہے :۔ اُقْتُلُوا الْاَسْوَدَیْنِ فِی الصَّلوٰۃِ الْحَیَّۃَ وَالْعَقْرَبَ (م ح۔ ۱، ص ۳۳۰)، مار دو دو کالوں کو نماز میں (یعنی) سانپ اور بچھو کو۔ آتش کا شعر ہے :۔

تریاق کا ہے جوہر اِس جسمِ سخت جاں میں
کالا بھی کاٹتا تو مجھ کو اثر نہ ہوتا

داغ کہتے ہیں :۔

گیسوؤں پر ہاتھ رکھ کر ناز سے کہتے ہیں وہ
سامری کو بھی تو ڈس جائیں یہ دو کالے مرے

(۱۴) مارنا۔ پیاز اور لہسن کی بُو کو مارنے کے لیے حدیث میں ارشاد ہے :۔ فَاَمِیْتُوْھُمَا طَبْخًا (م ح۔ ۱، ص ۲۴۷) ، پس مارو اُن کو پکا کر۔ ناسخ کہتے ہیں :۔

تیرے آگے نہ چلے جانِ سیہ مار کے پیچ
زلفِ پیچاں نے اسے مار رکھا مار کے پیچ

کشتہ کرنا بھی مارنا ہی ہے۔ آتش کا شعر ہے :۔

بیتاب دل کو تسکیں ہوتی ہے دیدِ خط سے
وہ بوٹی ہے یہ جس سے پارے کو مارتے ہیں

اب مشکوٰۃ شریف کے علاوہ دوسری کتبِ احادیث سے بھی محاورات پیش کیے جاتے ہیں :۔

(۱۵) اَلصَّلوٰۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ (عام الدین) ، نماز دین کا ستون ہے۔ ستون کا استعارہ اردو میں بھی مستعمل ہے۔ منیر شکوہ آبادی کا شعر ہے :۔

سر پر اُٹھالیا فلکِ بے ثبات کو
قدِ بشر ستون ہے قصرِ حیات کا

حالی نے مسدس میں کہا ہے :۔

ستون، چشمِ بد دور، ہیں آپ دین کے
نمونہ ہیں خلقِ رسولِ امینؐ کے

(۱۶) اَلصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ ، نماز مومنوں کی معراج ہے۔ اردو میں معراج، انتہائی ترقی بلکہ ہر چیز کے منتہیٰ کے لئے بولا جاتا ہے۔ مثلاً منیر شکوہ آبادی کا شعر ہے :۔

اے منجم ہے وہیں شرم و حیا کی معراج
جس فلک پر ہے ہلالِ خمِ گردن اُن کا

امیر مینائی کا شعر ہے :۔

افتادگی میں بھی مجھے معراج ہر نصیب
ٹھوکر بھی کھائی ہے تو محبت کی راہ میں

(۱۷) اَلدُّعَاءُ یَرُدُّ الْبَلَاءَ۔ دعا دفع کرتی ہے بلا کو۔ اسی مضمون کو داغ اپنے انداز میں موزوں کرتے ہیں:۔

الاماں الاماں کہے گا فلک　　　تیر جس دم مری دعا کے چلے

صدقۃ القلیل تدفع البلاء۔ تھوڑا صدقہ بھی بہت سی بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔ منیر شکوہ آبادی کا شعر ہے:۔

ردِّ بلا ہوئی صدقہ کیوں نہ دیں حضور　　　خیرات آپ کرنے لگے ہم کو گاڑ کے

نسیم دہلوی کہتے ہیں:۔

بلا ٹلتی ہے بخشش سے بہالے چشمِ تر آنسو　　　ملے کچھ دامنِ خالی کو صدقہ روئے غمگیں کا

(۱۸) ہاتھ اٹھانا۔ رفعِ ید (رفع یدین) نماز میں غیر اللہ سے بے تعلق ہونے اور اللہ سے تعلق کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اردو میں ہاتھ اُٹھانا بے تعلق ہونے کے معنی میں آتا ہے ــــ مومن کا شعر ہے:۔

اس کو جو ہاتھ لگایا میں نے　　　دل سے بس ہاتھ اُٹھایا میں نے

ممنون بھی کہتے ہیں:۔

بیٹھے اٹھائے ہاتھ ہیں ہر مدعا سے ہم　　　شرمندہ کس طرح ہوں الٰہی دعا سے ہم

امیر مینائی کہتے ہیں:۔

اے تیغِ ناز ہاتھ جو تو نے اُٹھالیا　　　لیتا نہیں مجھے کوئی اپنی پناہ میں

(۱۹) کانوں پر ہاتھ رکھنا۔ اذان کے لیے کانوں پر ہاتھ رکھے جاتے ہیں، اسی سے اردو میں انکار کرنا، لاعلمی ظاہر کرنا معنی لیے جاتے ہیں ــــ ذوق کہتے ہیں:۔

الٰہی کان میں کیا اُس صنم نے پھونک دیا　　　کہ ہاتھ رکھتے ہیں کانوں پہ سب اذاں کے لیے

داغ کا شعر ہے:۔

وہ عرضِ وصل سے رکھتے ہیں ہاتھ کانوں پر　　　اثر یہ خوب تری طرزِ گفتگو نے کیا

(۲۰) انگلی اُٹھانا۔ سبابہ اُٹھانا نماز میں شہادت کے وقت۔ سب بمعنی گالی۔ زمانۂ جاہلیت میں گالی دیتے وقت اُنگلی اُٹھایا کرتے تھے۔ نماز میں غیر اللہ سے الگ ہو کر صرف اللہ کی شہادت دینے کو سبابہ اٹھائی جاتی ہے اردو میں انگلی اٹھانا اور انگلیاں اٹھانا، اشارہ کرنے کے معنی میں مستعمل ہے ــــ داغ کہتے ہیں:۔

باغ میں گُل کھِلے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں　　انگلیاں سرو اٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

وزیر کا شعر ہے :۔

مشورت کچھ قاتلوں میں ہے ہمارے قتل کی　　بے طرح اٹھنے لگی ہیں جانبِ سر انگلیاں

(۲۱) سلام (نماز کے اختتام کی علامت)[۱] تعلق ختم کرنا۔ ذوق کا شعر ہے :۔

جاتے ہیں اب تو کوے بُتِ لالہ فام کو　　اپنا تو بس سلام ہے دار السلام کو

داغ کہتے ہیں :۔

تھی نہ تابِ ستم تو حضرتِ دل　　عاشقی کو سلام کرنا تھا

امیر مینائی کا شعر ہے :۔

تیرے ابرو کی یاد میں اے بُت　　ہم نے کعبے کو بھی سلام کیا

(۲۲) جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ = میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے ——

قرۃ العین سب سے زیادہ پسندیدہ چیز کو کہتے ہیں (اولاد کو بھی) ـــ اقبال کہتے ہیں :۔

وہ صاحبِ تحفۃ العراقین　　اربابِ نظر کا قرۃ العین

واجد علی شاہ اختر کا شعر ہے :۔

باہم کب تھے وہ قرۃ العین　　اک برج میں تھا قِرانِ سعدین

(۲۳) اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ = روزہ ڈھال ہے (گناہوں سے پناہ ہے) ـــ ڈھال اور سپر پناہ اور محافظت کے لئے استعارہ ہے۔ اردو میں بھی ہے ـــ حالی نے سرسید کے متعلق کہا ہے :۔

وار اُس پہ قوم کے ہیں وہ قوم کی سپر ہے　　قوم اُس سے بدگماں ہے وہ قوم پر فدا ہے

صبا لکھنوی کہتے ہیں :۔

آسماں نے مجھے محرومِ شہادت رکھا　　تیغِ قاتل کے لیے بختِ سیہ ڈھال ہوا

---

[۱] نماز کے اختتام کے لیے سلام کا استعمال آتش کے یہاں اس طرح ہے :۔

نہ سجدۂ درِ جاناں سے سر اٹھاؤں گا　　یہ وہ نماز ہے جس کا کبھی سلام نہیں

(۲۴) قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کَلِمَۃً اُحَاجُّ لَکَ بِھَا عِنْدَ اللہِ ۔ کہہ لا الہ الا اللہ ۔ کہہ لے اس کلمے کو، خدا کے نزدیک اس کلمہ کے کہنے کی وجہ سے میں تیرے واسطے جھگڑوں گا (یعنی تیرے اسلام کی گواہی دے کر تجھے بخشواؤں گا ۔ جھگڑنا، حجت کرنا، حجت نکالنا وغیرہ اردو میں بھی مستعمل ہے ۔ ۔ امیر مینائی کا شعر ہے :۔

جا کے لے آئے اُسے پھر میں نہ جھگڑوں نہ لڑوں مختصر بات ہے ناصح نے بڑھا رکھی ہے

داغ کہتے ہیں :۔

کہا مانتے ہیں وہ حجت کے بعد اسی کا مزا ہو تو کیا کیجیے

(۲۵) الایمان بین الخوف والرجاء ۔ ایمان، خوف اور امید کے مابین ہے ۔

اقبال (بالِ جبریل میں) کہتے ہیں :۔

کھول آنکھ زمین دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ ایامِ جدائی کے ستم دیکھ جفا دیکھ

بے تاب نہ ہو معرکۂ بیم و رجا دیکھ

(۲۶) حُبُّ الوطن من الایمان ۔ وطن کی محبت (بھی) ایمان میں سے ہے ۔ (یہ محبت ایک فطری چیز ہے لیکن دین کی محبت ہر محبت پر غالب ہونی چاہیے) ۔ آتش کہتے ہیں :۔

ہستی میں یاد آئے نہ کیونکر عدم مجھے وہ آدمی نہیں جسے حُبِّ وطن نہ ہو

حالی کہتے ہیں :۔

وہ مُلک اور ملت پہ اپنی فدا ہیں سب آپس میں ایک اک کے حاجت روا ہیں

اولو العلم ہیں اُن میں یا اغنیا ہیں طلبگارِ بہبودِ خلقِ خدا ہیں

یہ تمغا تھا گویا کہ حصہ انھیں کا

کہ حب الوطن ہے نشاں مومنیں کا

وطن کی محبت میں امیر مینائی کہتے ہیں :۔

(۱) کیسی گھڑی تھی گھر سے جو نکلا تھا میں غریب پھر دیکھنا نصیب نہ مجھ کو وطن ہوا

(۲) سرد آہیں جب کسی نے کیں وطن یاد آ گیا چار جھونکے جب چلے ٹھنڈے چمن یاد آ گیا

(۲۷) اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ = حیا ایک شاخ (جزو) ہے ایمان کی۔

مولانا سلیمان ندوی لکھتے ہیں:۔ "یہی حیا جو ایمان کا ایک جزو ہے شرعی حیا ہے۔ یعنی جس طرح ایمان کا اقتضا یہ ہے کہ تمام فواحش و منکرات سے اجتناب کیا جائے اسی طرح حیا بھی انسان کو ان چیزوں سے روکتی ہے۔ ..." (سیرۃ النبیؐ۔ ج ۶) [۱]

(۲۸) اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ = سب سے افضل عمل، خدا کے لیے دوستی رکھنا اور خدا کے لیے دشمنی رکھنا ہے ــــ حالی نے مسدس میں کہا ہے:۔

جھکا حق سے جو جھک گئے اس سے وہ بھی
رکا حق سے جو رک گئے اُس سے وہ بھی

(۲۹) مَالَاعَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ = نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا ــــ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ایسی ہی ہیں ــــ محسن کاکوروی نے لکھا ہے:۔

آنکھوں سے لکھوں صفت وہ آنکھیں
مَالَاعَیْنٌ رَاَتْ وہ آنکھیں [۲]

دوسرے شعراء نے بھی محبوب کے "سراپا" میں یہ مضمون لیا ہے لیکن محاورے کے طور پر اردو میں بھی "دیکھا نہ سنا" بولتے ہیں ــــ رشک کا شعر ہے:۔

گردشِ چشم سے ہے تیزیِ شمشیرِ نگاہ
کہیں دیکھی نہ سنی شان یہ انسانوں میں

داغ کہتے ہیں:۔

ہوش اُڑتے ہیں دیکھ کر اُن کو
ایسے دیکھے پری لقا نہ سُنے

(۳۰) مَثَلُ اَصْحَابِیْ فِیْ اُمَّتِیْ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ = میری امت میں میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے کھانے میں نمک ــــ بیشک کھانے میں نمک تھوڑا تو ہوتا ہے لیکن لذت اسی سے ہوتی ہے۔ سالک کا شعر ہے:۔

ہزار حصہ بڑھی لذتِ ستم ان کی
رہا گلہ بھی تو کالملح فی الطعام رہا

---

[۱] جلیل مانکپوری نے اس طرح حیا والے سے شوخی کی ہے:۔

یہ جو سر نیچا کیے بیٹھے ہیں
جان کتنوں کی لیے بیٹھے ہیں

[۲] سرسید نے مضمون دافع البہتان (عقیدہ سیزدہم) میں لکھا ہے کہ "میرا اعتقاد جنتِ نعیم کی نسبت اور علیٰ ہذا القیاس وعیدِ جہنم کی نسبت یہ ہے کہ لاعین رأت ......

آتش نے اسی مضمون کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہا ہے:۔

چکھا کے خوان کا اپنے نمک توکّل نے　　　زبان کو مزۂ لقمۂ حلال دیا

منیر شکوہ آبادی کا شعر ہے:۔

پھیکی ادا نے بھولے سے مجروح کر دیا　　　زخموں کے کھانے میں نمکِ امتحاں نہ تھا

(۳۱) اِنّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرحمٰن من قبل الیمن (حدیث موضوع)۔ یمن کی طرف سے مجھے خدا کی خوشبو آتی ہے (حضرت اویس قرنیؓ وہیں کے تھے) ـــ شیفتہ کہتے ہیں:۔

یا مرسل الریاح اِدھر کو بھی بھیج دے　　　وہ بوئے خوش کہ جیبِ نسیم یمن میں ہے

اقبال کا شعر ہے:۔

بوئے یمن آج بھی اُس کی ہواؤں میں ہے　　　رنگِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

(۳۲) لولاک لما خلقتُ الافلاک (حدیث قدسی)۔ اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو (بھی) پیدا نہ کرتا ـــ بہت سے شعرا نے لولاک کی تلمیح استعمال کی ہے ـــ اقبال کہتے ہیں:۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث　　　مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

ظفر علی خاں کا مشہور شعر ہے:۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو　　　یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

(۳۳) اِنّ الدین النصیحۃ۔ بے شک دین خیر خواہی ہے ـــ حالی کہتے ہیں:۔

دین کہتے ہیں جسے وہ خیر خواہی کا ہے نام　　　ہے مسلمانو، یہ ارشادِ رسولِؐ انس و جاں (فلسفۂ ترقی)

(۳۴) اَلبِرُّ حُسْنُ الخُلُقِ ۔ خوئے نیک عمدہ خوبی ہے۔

ذوق کہتے ہیں:۔

وہ خُلق سے پیش آتے ہیں جو فیض رساں ہیں　　　ہیں شاخِ ثمر دار میں گُل پہلے ثمر سے

داغ کا شعر ہے:۔

بشر نے خاک پایا، لعل پایا، یا گُہر پایا　　　مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اس نے بھر پایا

(۳۵) (۱) اَلْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ = اچھی بات بھی صدقہ ہے۔ (نیکی میں داخل ہے)۔

(۲) کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَۃٌ = ہر نیک کام صدقہ ہے۔

ذوقؔ کہتے ہیں:۔

پیش آ اکرام سے ساری کرامت ہے یہی عادتِ بد ترک کر تو خرقِ عادت ہے یہی

(۳۶) مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ وَاسْتَذَلَّ الْاِمَارَۃَ لَقِیَ اللّٰہَ وَلَا وَجْہَ لَہٗ عِنْدَہٗ۔ جس شخص نے جماعت چھوڑی اور امیر کی ذلّت کی تو اللہ سے ملاقات کے وقت اس کی کوئی عزت نہ ہوگی ـــــ

حالیؔ نے کہا ہے:۔

جماعت کی عزت میں ہر سب کی عزت جماعت کی ذلّت میں ہر سب کی ذلّت (مسدّس)

(۳۷) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْفَعُ شَیْئًا مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا وَضَعَہٗ۔ بے شک اللہ پاک اس دنیا کی کسی چیز کو نہیں اٹھاتا مگر اس کو پست کر دیتا ہے ـــ یعنی۔ ہر کمالے را زوالے۔

صباؔ لکھنوی کہتے ہیں:۔

دو دن اگر خزاں ہے تو دو دن بہار ہے اک رنگ پر کبھی نہیں رہتا ہوا کا رنگ

سحرؔ لکھنوی کا شعر ہے:۔

حُسن پر مغرور کیا ہو ہر کمالے را زوال دن کو ہم پوچھیں گے تم سے ماہِ کامل کیا ہوا

(۳۸) لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ۔ سُنی ہوئی بات آنکھوں دیکھی جیسی نہیں ہوتی۔

یعنی شنیدہ کے بود مانند دیدہ ــــــ میر تقی میرؔ کا شعر ہے:۔

تجھ سے یوسفؑ کو کیونکہ دیں نسبت کب شنیدہ ہو دیدہ کی مانند

رندؔ نے اپنے انداز میں ایک اور بات پیدا کی ہے:۔

ستم کرتا ہے چرخِ سفلہ پرور اہلِ غیرت پر جو کانوں سے نہ سنتے تھے وہ آنکھوں سے دکھاتا ہے

مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں: "کون کہہ سکتا ہے کہ شنیدہ سے زیادہ خود دیدہ مشاہدات ہی نے اس قسم کی باتوں کے لکھنے پر امام (غزالی) کو مجبور نہیں کیا تھا۔" (مقالاتِ احسانی۔ صفحہ ۸۲۔ کراچی ۱۹۵۹ء)

(۳۹) لَا تَخْرِقَنَّ عَلٰی اَحَدٍ سِتْرًا۔ تم کسی کی پردہ دری نہ کرو —— اردو میں پردہ دری، پردہ داری، پردہ رکھنا وغیرہ محاورے مستعمل ہیں —— درد کہتے ہیں:۔

دل تنگ ہے یہ غنچۂ دل، مُنھ نہ کُھلانا
جوں نکہتِ گل اس ہیں تری پردہ دری ہے

مومن کا شعر ہے:۔

تیرے پردے نے کی یہ پردہ دری
تیرے چھپنے ہی کچھ چھپا نہ رہا

غالب نے پردہ داری استعمال کیا ہے:۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اصغر گونڈوی بھی کہتے ہیں:۔

کہہ کے کچھ لالہ و گل رکھ لیا پردہ میں نے
مجھ سے دیکھا نہ گیا حُسن کا رسوا ہونا

(۴۰) کَفٰی لِلْمَرْءِ بِالْمَوْتِ وَاعِظًا۔[1] آدمی کے لئے موت ایک واعظ کے طور پر کافی ہے ——

ذوق کہتے ہیں:۔

موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انساں
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

غالب کا شعر ہے:۔

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اُڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

داغ اس طرح کہتے ہیں:۔

کیا عیشِ جاوداں کہ غمِ جاوداں نہیں
انسان کو ہے موت کا کھٹکا لگا ہوا

(۴۱) اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنْفَاذَ قَضَائِہٖ وَقَدَرِہٖ سَلَبَ ذَوِی الْعُقُوْلِ عُقُوْلَھُمْ حَتّٰی یَنْفُذَ فِیْھِمْ قَضَاءُہٗ وَقَدَرُہٗ۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی قضا و قدر کو

---

[1] کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر یہ فقرہ کندہ تھا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی (مقالاتِ احسانی ص ۱۵۲) لکھتے ہیں: "سب سے بڑے واعظ (یعنی موت) کے وعظ کے لیے (خلیفہ) متقی نے اپنے کانوں میں انگلیاں نہیں ٹھونسی تھیں بلکہ . . . اس واعظ کو اپنے سامنے کھڑا کر کے اس کے وعظ کو سننا چاہتا تھا جس کے بعد شاید کسی دوسرے وعظ کے سننے کی ضرورت باقی نہیں رہتی . . . .

نافذ کرنا چاہتا ہے تو عقلمندوں کی عقل کو سلب کر لیتا ہے حتیٰ کہ ان میں اُس کی قضا و قدر نفوذ کر جاتی ہے۔

یعنی — چوں قضا آید طبیب ابلہ شود۔

سعدیؔ کا ایک شعر بھی ہے :-

زورِ بازوے شجاعت بر نیابد با اجل　　چوں قضا آید نماند قوتِ رائے رزیں

داغؔ کہتے ہیں :-

(۱)　عاجز جو طبیب آگیا ہے　　اب وقت قریب آگیا ہے

(۲) مریضِ غم سے چلے پیش کیا طبیبوں کی　　بغیر حکمِ الٰہی، نفَسؔ نہیں چلتا

(۴۲) مَنْ صَمَتَ نَجَا ۔ جو چپ رہا اُس نے نجات پائی ۔

(ایک عربی مقولہ بھی ہے :- الصمت زینۃ العالم وستر الجاھل ۔ یعنی خاموشی، عالم کی زینت ہے اور جاہل کی پردہ پوشی)

اردو میں مشہور کہاوت ہے کہ "ایک چپ میں ہزار بلائیں ٹلتی ہیں"۔

جانؔ صاحب کہتے ہیں :-

ایک چُپ ٹالتی ہے لاکھ بلا　　میں نہ بولوں کوئی ہزار ا بھے

آتشؔ نے خاموشی کی اس طرح تاویل کی ہے :-

یہ صدا آتی ہے خموشی سے　　منھ سے نکلی، ہوئی پرائی بات

شیفتہؔ کہتے ہیں :-

جلے کیا کیا نہ عرضِ سوزشِ داغِ نہانی میں　　عجب آرام تھا جوں شمع ہم کو بے زبانی میں

حالیؔ کا شعر ہے :-

کیا پوچھتے ہو کیونکر سب نکتہ چیں ہوئے چپ　　سب کچھ کہا انھوں نے پر ہم نے دم نہ مارا

---

[۱] اخبار جسارت (کراچی۔ ۶ دسمبر ۱۹۷۹ء) کے صفحہ ۸ پر اس سرخی کے ساتھ خبر ہے :- چوں قضا آید (طبیب ابلہ شود
پیرس میں ایک ۳۶ سالہ فرانسیسی جس کا قرنیہ تین ہفتے قبل بدلا گیا تھا کُتّے کے کاٹنے سے پیدا ہونے والی بیماری میں اچانک مر گیا۔
(جس عورت نے آنکھ کا یہ عطیہ دیا تھا وہ اس بیماری میں مبتلا تھی) ۔

(۴۳) اَلْعَیْنُ حَقٌّ = نظر کا لگ جانا برحق ہے۔

اس مضمون کو مختلف طریقوں سے شعراء نے باندھا ہے ـــ غالب کہتے ہیں :-

نظر لگے نہ کہیں اُن کے دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

داغ کا شعر ہے :-

کچھ روتے ہیں، کچھ مرتے ہیں، کچھ لوٹ رہے ہیں
کس کی نظرِ بد تری محفل کو لگی ہے

(۴۴) اَلَا اِنَّ اٰلَ اَبِیْ فُلَانٍ لَیْسُوْا لِیْ بِاَوْلِیَاءَ اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ (وزاد البخاری) وَلٰکِنْ لَهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا = خبردار کہ ابی فلاں کی اولاد میری دوست نہیں، میرا مددگار خدا ہے اور مسلمانوں میں جو نیک ہے (اور بخاری میں اتنی روایت زیادہ کی ہے) مگر اُن کو میرے ساتھ قرابت ہے ۔ میں اس کو تر و تازہ کرتا رہوں گا (یعنی برادری کا حق ادا کروں گا)۔

تر و تازہ کرنا (سرسبز و شاداب کرنا) اردو میں بھی آتا ہے ۔ میر حسن کا شعر ہے :-

تر و تازہ ہے اس سے گلزارِ خلق
وہ ابرِ کرم ہے ہوا دارِ خلق

سرسید لکھتے ہیں :- "شریعت . . . . نے کوئی نئی بات پیدا نہیں کی بلکہ صرف اُن قویٰ کے کام میں لانے کے طریقے کو بتایا ہے جس سے جملہ قویٰ اعتدال پر اور شگفتہ و شاداب رہیں۔" (مضمون ۔عبادت)۔

(۴۵) خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ کُلُّهُنَّ فَاسِقٌ یُّقْتَلْنَ فِی الْحَرَمِ اَلْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْکَلْبُ الْعَقُوْرُ = پانچ جانور ہیں وہ سب موذی بذات ہیں، مار ڈالے جائیں حرم میں ۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا، کُتا کاٹنے والا ـــ (علماء نے لکھا ہے کہ جب حرم میں اُن کا مار ڈالنا درست ہے تو دوسری جگہ بھی درست ہے)۔

یہیں سے امیر مینائی نے اپنے مضمون میں شوخی پیدا کی ہے :-

قتل موذی کا تو شرعاً ہے درست
ناصح اب تک کیوں سلامت رہ گیا

(۴۶) مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُّنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ = جو شخص تم لوگوں میں سے بُری بات (خلافِ شرع)

دیکھے تو چاہیئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور جو ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اُس کی بُرائی (لوگوں کے روبرو) بیان کرے اور جو زبان سے بھی نہ کہہ سکے تو اس کو دل سے بُرا جانے (اور دل سے بُرا جاننا) یہ بہت بودا ایمان ہے ــــ

داغ نے اس حدیث سے یہ مضمون اپنے طور پر بنالیا ہے :۔

عاشق کے ضعفِ قلب کی کچھ انتہا نہیں   گویا وہ اِس زمانے کا اسلام ہوگیا

(۴۷) یَبْصُرُ اَحَدُکُمُ الْقَذٰی فِیْ عَیْنِ اَخِیْهِ وَیَدَعُ الْجِذْعَ فِیْ عَیْنِهٖ ۔ تم میں کا کوئی شخص اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا دیکھ لیتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر کو چھوڑ دیتا ہے ۔

سرسید لکھتے ہیں :۔ "تو اُس ذرے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ میں جو شہتیر ہے اس کو نہیں دیکھتا۔" (خطباتِ احمدیہ ۔ص ۶۳۳)

سرسید یوں بھی لکھتے ہیں :۔ "اگر ہم کسی دوسرے کی آنکھ کی پھُلّی کو ٹوکیں تو اس سے ہماری آنکھ کا ٹینٹ نہیں چھپتا۔" (تہذیب الاخلاق ص۵۵ لاہور ۱۳۱۳ھ)

عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں :۔ "دوسروں کی آنکھ کا تنکا نہ ڈھونڈو اور اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھو" (مسیح اور مسیحیت ص۳۲)

ناسخ بھی اسی حدیث سے یہ مضمون لیتے ہیں :۔

آپ اپنے عیب سے واقف نہیں ہوتا کوئی   جیسے بو اپنے دہن کی آتی ہے کم ناک میں

ایک اور شاعر کہتا ہے :۔

خود اپنی آنکھ کے شہتیر پہ نظر رکھیں   ہماری آنکھ کے تنکے نکالنے والے

(۴۸) اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ ۔ جنگ ایک حیلہ سازی ہے ۔

ذوق اسی حدیث کو شعر میں موزوں کرتے ہیں :۔

سچ ہے الحرب خدعۃ اے ذوق   نگہ اس کی دغا سے لڑتی ہے

(۴۹) اَلْخَمْرُ اُمُّ الْخَبَائِثِ : شراب تمام برائیوں کی ماں ہے ــــ حاتم کا شعر ہے :۔

شیخ ام الخبائث اس کو نہ جان   یہ مرے دردِ دل کی دارو ہے

(۵۰) (۱) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ = نہیں اعتبار کاموں کا مگر خاتمے پر۔

(۲) مِلَاکُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُہٗ = عمل کا سرمایہ اس کے خاتمے میں ہے۔

انیس کا شعر ہے:۔

بھولے نہ یادِ حق کبھی گو حال غیر ہو | اس کی ظفر ہے خاتمہ جس کا بخیر ہو

غالب بھی کہتے ہیں:۔

قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے | کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے

داغ کا شعر ہے:۔

آغاز کو کون پوچھتا ہے | انجام اچھا ہو آدمی کا

(۵۱) کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ = جیسا کروگے ویسا بھروگے۔

ڈپٹی نذیر احمد لکھتے ہیں: "اگر وہ غیرت بیگم کا حصہ نہیں دیتا، نہ دے۔ وہ جانے اُس کا کام جانے۔ اپنا اپنا کرنا اپنا اپنا بھرنا" (فسانۂ مبتلا فصل ۱۰)۔

نوح ناروی لکھتے ہیں:۔

خرمی مفقود، عشرت گم، مسرت دور ہے | جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ یہ مثل مشہور ہے

پھر اچھے اور بُرے عمل کے متعلق بھی شعراء نے لکھا ہے۔ حسرت موہانی کہتے ہیں:۔

زاہد کسے ہے عاقبتِ کار کی خبر[۱] | حُسنِ عمل پہ دیکھ بھروسا نہ کر عبث

امیر مینائی، عملِ بد کے متعلق لکھتے ہیں:۔

عملِ بد جو ہوئے ہم سے سیہ کاری ہیں | گور میں بن کے وہی مارِ عذاب آتے ہیں

(۵۲) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ = بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا۔ لیکن تمہارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے۔

---

[۱] داغ بھی کہتے ہیں:۔

مآلِ کار خدا جانے داغ کیا ہوگا | خدا سے کام پڑا آخری زمانے میں

— لفظ دل، اندرونی حالت اور کیفیت کے لیے استعمال ہوتا ہے — ذوق کہتے ہیں:۔

کسی کے دل کا سنو حال دل لگا کر تم　　جو ہوئے دل کو تمہارے بھی مہربان لگی

اسی مضمون سے داغ فائدہ اٹھا کر لکھتے ہیں:۔

بات وہ کیجیے جس بات کو سب دل سے سنیں　　کام وہ کیجیے جس کام کو دنیا دیکھے

دل اور عمل سے متعلق بہت سے شعراء نے لکھا ہے۔ اقبال کہتے ہیں:۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی　　یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

(۵۳) مَا امْتَلَأَتْ دَارٌ حَبْرَةً اِلَّا امْتَلَأَتْ عَبْرَةً۔ کوئی گھر خوشی سے نہیں بھرتا لیکن بالآخر وہ آنسوؤں سے بھرے گا — (یعنی خوشی کے بعد غم ہے)۔

حاتم کہتے ہیں:۔

ہنستے ہنستے میں کئی کے گھر لگے ہیں خالصے　　ضبط کر اپنی ہنسی حاتم تو اب یک تل نہ ہنس

جعفر علی حسرت لکھنوی کا شعر ہے:۔

اپنے لب تو وا نہ کر لے خندۂ زخمِ جگر　　چرخ دے گا لاکھ غم اس شادمانی کے سبب

ممنون کا شعر ہے:۔

جب کیا قہقہہ مانندِ صراحی ہم نے　　گریۂ خوں بھی یہاں ساتھ گلو گیر رہا

رند لکھنوی بھی کہتے ہیں:۔

دیے ہیں آسماں تو نے زیادہ رنج، راحت سے　　ہنسایا ہے اگر دم بھر تو پہروں پھر رلایا ہے

حالی کا شعر ہے:۔

عشرت کا ثمر تلخ سدا ہوتا ہے　　ہر قہقہہ پیغامِ بکا ہوتا ہے

داغ اپنے انداز میں کہتے ہیں:۔

کیا دل دھڑک رہا ہے نویدِ وصال سے　　جس کو خوشی ہوئی اُسے آخر کو غم ہوا

ؔ ایک اور حدیث ہے:۔ کَثْرَۃُ الضَّحِکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ: زیادہ ہنسی دل کو مردہ کرتی ہے۔

ریاض خیرآبادی کا شعر ہے :-

وہ کون ہے دنیا میں جسے غم نہیں ہوتا　　　　کس گھر میں خوشی ہوتی ہے کہ ماتم نہیں ہوتا

(۵۴) اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِنِسَاءِ كُمْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ كُلُّ وَدُوْدٍ اِذَا غَضِبَتْ اَوْ اُوْسِيَ اِلَيْهَا قَالَتْ هٰذِهٖ يَدِيْ فِيْ يَدِكَ لَا اَكْتَحِلُ بِغُمْضٍ حَتّٰى تَرْضٰى =

کیا میں تمہیں جنتی عورتوں کی خبر نہ دوں؟ صحابہؓ نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا، ہر ایسی محبت کرنے والی جب تمہیں غصہ آئے یا اسے رنج پہنچایا جائے تو کہے کہ یہ میرا ہاتھ تیرے ہاتھ میں ہے۔ میں اس وقت تک نہیں سوؤں گی جب تک تو راضی نہ ہو ——

ہاتھ میں ہاتھ دینا، اردو کا محاورہ ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد لکھتے ہیں :- "بے جانے بوجھے زندگی بھر کے لیے کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیدینا تو اندھیرے کا نشانہ ہے۔" (ایامیٰ)

تاباں کہتے ہیں :-

ہات میں اس کے ہاتھ تھا ہیہات　　　　دل مرا گم ہوا ہے ہا تھوں ہات

نواب مرزا شوق کا شعر ہے :-

میں کہاں ہوں جو ساتھ دوں تیرا　　　　ہاتھ میں اپنے ہاتھ دو ں تیرا

(۵۵) (۱) مَنْ كَانَ ذَا لِسَانَيْنِ فِي الدُّنْيَا جَعَلَ اللهُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِسَانَيْنِ مِنْ نَارٍ

= جو شخص دنیا میں دوزبان والا (یعنی منافق) ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے قیامت میں دو آتشیں زبانیں بنائے گا۔

(۲) تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَأْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ

= تم قیامت کے دن بدترین آدمی دورُخ والا پاؤ گے جو ان کے پاس ایک چہرے سے آتا ہے تو ان کے پاس دوسرے چہرے سے جاتا ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد نے ترجمۂ قرآن پاک میں البقرہ کی آیت ۱۱-۱۲ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ "(منافقوں سے اگر کہا جاتا کہ) تمہاری دورُخی باتوں سے فساد پھیلتا ہے تو وہ اس کا جواب دیتے کہ ہم کو فسادی ٹھہرانا نری تہمت ہے۔ . . ."

دورخا، دورخاپن، دورو، دورویہ، دورنگا، دوئی وغیرہ اردو میں مستعمل ہیں۔

کسی کا مشہور شعر ہے :-

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا　　سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

شعور کا شعر ہے :-

ظلمتِ کفر ہو زائل شرفِ ایماں سے　　نورِ وحدت سے دو روجامہ بھی یک رو ہو جائے

اقبال کہتے ہیں :-

دوئی ملک و دیں کے لیے نامرادی　　دوئی چشمِ تہذیب کی نابصیری

امیر مینائی نے دورنگی کا ذکر کیا ہے :-

دورنگی سے نہیں خالی ہر کوئی بات اس بُت کی　　پیامِ صلح لب پر، جنگ کے آثار چتون پر

اسی سے آرزو لکھنوی نے اس طرح مضمون پیدا کیا ہے :-

دَور رخا تھا نصیب کا پانسا　　ایک کو تخت ایک کو تختا

اسی طرح ریاض خیر آبادی کہتے ہیں :-

جس سے ملیے ظاہر و باطن میں فرق　　اس زمانے میں کوئی کس سے ملے

(٥٦) اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ. شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَ غِنَاءَكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ ۔ غنیمت جانو پانچ کو پانچ سے پہلے۔ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، دولت کو محتاجی سے پہلے، فراغت کو مشغلہ سے پہلے، اور زندگی کو موت سے پہلے۔

حالی نے مسدس میں اس حدیث کو اس طرح نظم کیا ہے :-

غنیمت ہے صحت، علالت سے پہلے　　فراغت، مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی، بڑھاپے کی زحمت سے پہلے　　اقامت، مسافر کی رحلت سے پہلے

فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

اردو میں غنیمت جاننا، حدیثِ مذکورہ ہی سے ماخوذ ہے۔۔ غالب کا شعر ہے :۔

عشرتِ صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو ۔۔۔ نہ ہوئی غالب اگر عمرِ طبیعی نہ سہی

انشانے بھی کہا تھا :۔

بھلا گردش فلک کی چین دیتی ہے کسے انشا ۔۔۔ غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

(۵۷) اَلسَّفَرُ قِطعَۃٌ مِنَ العَذَابِ ۔ سفر سقر کا ایک جُز ہے ۔

رجب علی بیگ سرور لکھتے ہیں :۔ سفر اور سقر کی صورت ایک ہے اس سے بچنا نیک ہے ۔۔۔ (فسانۂ عجائب ۔ جانِ عالم کا نوتا خریدنا)

حالی کہتے ہیں :۔

سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا ۔۔۔ وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا

(۵۸) لَا خَیرَ فِی حَزمٍ بِغَیرِ عَزمٍ ۔ بغیر عزم کے صرف ہوشیاری سے کوئی فائدہ نہیں ۔

اقبال کا پورا فلسفۂ خودی اسی مضمون کی تشریح ہے ۔ وہ ضربِ کلیم میں کہتے ہیں :۔

(۱) خونِ دل و جگر سے سرمایۂ حیات ۔۔۔ فطرت لہو ترنگ ہے غافل نہ جل ترنگ

(۲) افکار کے نغمہ ہائے بے صوت ۔۔۔ ہیں ذوقِ عمل کے واسطے موت

بالِ جبریل میں بھی کہتے ہیں :۔

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور ۔۔۔ چراغِ راہ ہے ، منزل نہیں ہے

(۵۹) مَن یُّدمِن قَرعَ البَابِ یُوشَکُ اَن یُّفتَحَ لَہٗ ۔ جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا رہے گا ضرور اُس کے لیے دروازہ کھول دیا جائے گا ۔۔۔۔ انگریزی میں بھی کہتے ہیں :۔

(1) Open a door to

(2) Close the door upon

چکبست کا شعر ہے :۔

کب گوہرِ امّید کو رولا نہیں اُس نے ۔۔۔ تھا کونسا دربند جو کھولا نہیں اُس نے

اسی سے یہ محاورہ بھی بن گیا کہ ایک دربند تو ستّر در کھلتے ہیں :۔

ممنون کا شعر ہے :-

مُند گئی آنکھ تو پھر کُھل گئے ابوابِ شہود　　ایک دَر بند جو ہوتا ہے تو ہوں باز کئی

اودھ پنچ (۱۱-۸-۳:۸) میں ہے :- "بقول شخصے، ایک دَر بند ستّر در کُھلے، دنیا میں لاکھوں بیٹھے ہیں"۔

ذوق نے اس طرح لکھا ہے :-

وقت ضائع نہ کر اُٹھ بسترِ اندوہ سے تو　　چل درِ میکدہ تک، ہے حرکت میں برکت

حالی کہتے ہیں :-

وہ بھولے ہوئے ہیں یہ عادت خدا کی　　کہ حرکت میں ہوتی ہے برکت خدا کی

شیفتہ کا شعر ہے :-

جو جان کھو کے پائیں تو فوزِ عظیم ہے　　وہ چیز ڈھونڈتے ہیں تن آسانیوں میں ہم

(۶۰) هَاجِرُوْا تُوْرِثُوْا اَبْنَاءَكُمْ مَجْدًا : ہجرت کرو اپنے بچوں کو ورثے میں بزرگی دو ۔۔۔

آتش کہتے ہیں :-

وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا[1]　　عزت اُسے ملی جو وطن سے نکل گیا

ناسخ کا شعر ہے :-

ہو وطن میں خاک میرے گوہرِ مضموں کی قدر　　لعل قیمت کو پہنچتا ہے بدخشاں چھوڑ کر

ذوق کہتے ہیں :-

اہلِ جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک　　لعل کیوں اس رنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کر

(۶۱) من طلب الدنیا حلالا استعفافا عن المسئلۃ وسعیاً علیٰ اٰھلہ وتعطفا علیٰ جارہٖ لقی اللہ تعالیٰ یوم القیٰمۃ ووجھہ مثل القمر لیلۃ البدر : جو شخص جائز ذریعے سے روپیہ اس لئے کمائے کہ وہ بھیک مانگنے سے بچے اور بال بچوں کے لیے کوشش کرے اور اپنے پڑوسیوں پر

---

[1] اس کے برعکس امیر مینائی کہتے ہیں :-

پوچھا نہ جائے گا جو چمن سے نکل گیا　　بے کار ہے جو دانت دہن سے نکل گیا

مہربانی کرے، ایسا شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملے گا اور اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا ـــــ حالی نے مسدس میں یہیں سے مضمون لیا ہے :۔

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی — کہ بازو سے اپنے کرو تم کمائی

خبر تاکہ لو اس سے اپنی پرائی — نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی

طلب سے ہے دنیا کی گر یاں یہ نیت

تو چمکو گے واں ماہِ کامل کی صورت

(۶۲) خَیْرُ النَّاسِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ (خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ) = آدمیوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے ـــــ داغ کہتے ہیں :۔

یہ کام نہیں آساں انسان کو مشکل ہے — دنیا میں بھلا ہونا، دنیا کا بھلا کرنا

حالی کا شعر ہے :۔

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں — کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

(۶۳) مشہور حدیث ہے :۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ = کوئی تم میں سے اس وقت تک مؤمن نہیں ہوتا حتی کہ جو اپنے لئے چاہتا ہے وہی اپنے بھائی (مسلمان) کے لیے چاہے ـــ یعنی اپنے حق میں جس قسم کا معاملہ پسند کرو اور چاہو کہ لوگ بھی میرے ساتھ ویسا ہی معاملہ کریں تو پھر چاہیے کہ تم اُن کے لئے ناگوار معاملہ نہ کرو۔

اسمٰعیل میرٹھی کا شعر ہے :۔

کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا — کہ جو تم سے کوئی کرتا تمہیں ناگوار ہوتا

(۶۴) رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ = بہت لوگ پریشان موے غبار آلودہ، دروازوں پر سے ڈھکیلے ہوئے، اگر خدا کے اعتماد پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو خدا ان کی قسم کو سچا کردے ـــــ فارسی کا مشہور شعر ہے :۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر — تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

حاتم کہتے ہیں :۔

خاکساروں کا دل خزینہ ہے　　　　اُس زمیں میں بھی کچھ دفینہ ہے

سودا کہتے ہیں :۔

مت سمجھ بے قدر پامالوں کو گر رکھتا ہے فہم　　　　توتیائے چشم نقشِ پا ہماری خاک ہے

آتش کا شعر ہے :۔

خاکساروں سے ملا کرتے ہیں جُھک کر سر بلند　　　　آسماں پیشِ زمیں بہرِ تواضع خم ہوا

داغ نے بھی اپنا مضمون یہیں سے لیا ہے :۔

کُھل جائے ابھی عالمِ بالا کی حقیقت　　　　اس راز کو پوچھو کسی خاک نشیں سے

حالی کہتے ہیں :۔

درِ فیضِ حق بند تھا جب نہ اب کچھ　　　　فقیروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ

(۶۵) (۱) مَنْ لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ ۔ جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا تو اُس پر خدا رحم نہیں کرتا۔

(۲) لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

= اللہ رحم نہیں کرتا اُس پر جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ رحم کرو جو زمین میں ہے تم پر رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔

حالی کے مسدس میں ہے :۔

خدا رحم کرتا نہیں اُس بشر پر　　　　نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کی جو آفت گزر جائے سر پر　　　　پڑے غم کا سایہ نہ اُس بے اثر پر
کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

(۶۶) مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ فَقَدْ رَفَعَہُ اللّٰہُ ۔ جو شخص اللہ کے لئے انکساری کرے گا اللہ اس کا درجہ بلند کریگا۔

آتش کہتے ہیں :۔

غبارِ راہ ہو کر چشمِ مردم میں محل پایا　　　　نہالِ خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا

صبا لکھنوی کا شعر ہے :-

میری فروتنی مجھے معراج ہو گئی — حاصل ہوا زوال میں رتبہ کمال کا

امیر مینائی کہتے ہیں :-

(۱) مرتبہ پیشِ خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند — جس قدر ملتا ہے انسان سے انساں جھک کر

(۲) رفعتِ قصرِ تواضع سے اگر واقف ہوں — آئیں پھر خانۂ درویش میں سلطاں جھک کر

داغ کا شعر ہے :-

داغ ہر شخص سے جھک کر ملیے — کچھ عجب چیز ملنساری ہے

(۶۷) اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ = بیشک اللہ نرمی کو پسند کرتا ہے ہر کام میں۔
مَنْ یُّحْرَمُ الرِّفْقَ یُحْرَمُ الْخَیْرَ = جو شخص نرمی سے بے نصیب ہوا خیر سے بے نصیب رہا۔

حالی نے ایک رباعی میں کہا ہے :-

فتنے کو جہاں تلک ہو دیجے تسکین — زہر اُگلے کوئی تو کیجے باتیں شیریں

غصہ غصے کو اور بھڑکاتا ہے — اس عارضے کا علاج بالمثل نہیں

داغ کہتے ہیں :-

دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہیے — خاک کے پتلے ہے تو خاکساری چاہیے

(۶۸) خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا = تمام کاموں میں بہتر اُن کا وسطی ہے ـــــ منیر شکوہ آبادی کہتے ہیں :-

شاگردِ حضرتِ علی اوسط ہوئے منیر — خیر الامور اوسطہا پر نظر رہے

سحر لکھنوی کا شعر ہے :-

خیر الامور اوسطہا پر عمل کیا — رکھا قدم جو راہِ توسط کے درمیاں

ڈپٹی نذیر احمد لکھتے ہیں :- "عقل فی حدِ ذاتہ ممدوح ہے لیکن وہیں تک کہ درجۂ اعتدال میں ہو۔ خیر الامور اوسطہا ۔ ۔ ۔ ۔" (ابن الوقت فصل ۲۸)۔

---

۱ منیر شکوہ آبادی کا شعر ہے :-

کم رتبہ ہیں ہر چند کہ ہر کم سے زیادہ — پر مرتبہ ہیچ ہے کچھ ہم سے زیادہ

(۶۹) قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا۔ میانہ روی اختیار کرو اور راہِ راست پر چلو۔
میانہ روی اور اعتدال[1] کے لیے اردو میں بہت سے مضامین ہیں۔

حالی کا شعر ہے:۔

ہے عجب دنیا میں نعمت درمیانی زندگی — فقر کی ذلت سے اور ثروت کے فتنے سے بری

ایک اور جگہ حالی کہتے ہیں:۔

باڑھ پر تلوار کی چلنا نہیں شاق اس قدر — جس قدر ثروت میں ہے دشوار پانا اعتدال

(۷۰) إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ۔ جب کوئی دیکھے مال اور صورت میں اپنے سے بہتر کو تو چاہیے کہ اپنے سے کمتر کو دیکھے۔

ذوق نے اسی حدیث سے فائدہ اٹھا کر کہا ہے:۔

بُروں سے برا آپ کو جانیو تو — اگر اے دل اپنا بھلا چاہتا ہے

ذوق کا ایک اور شعر ہے:۔

ہے بُرا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو بُرا — تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم اگر اچھا ہوا

اکبر الہ آبادی اسی حدیث سے متاثر ہو کر کہتے ہیں:۔

زوالِ جاہ و دولت میں بس اتنی بات ہے اچھی — کہ دنیا کو بخوبی آدمی پہچان لیتا ہے

(۷۱) أَفْضَلُ الْفَضَائِلِ أَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ وَتَصْفَحَ مَنْ ظَلَمَكَ۔ فضائل میں بہتر وہ فضیلت ہے کہ تو اُن کے ساتھ سلوک کرے جو تیرے ساتھ بد سلوکی کرے (یا جو تجھ سے الگ ہو اُس سے ملے) اور جو تجھے محروم رکھے اُسے تو عطا کرے اور جو تجھ پر ظلم کرے اس سے تو درگزر کرے۔

---

[1] مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ (جلد ششم) میں "اعتدال اور میانہ روی" پر ایک باب باندھا ہے۔

ناسخ کا شعر ہے :-

رات دن غافل، بدوں سے بھی کیا کر نیکیاں — کیا بُرا ہے اس میں، کچھ تیرا بھلا ہو جائے گا

داغ نے اسی مضمون سے فائدہ اٹھا کر کہا ہے :-

بُرائی نہ چاہے بُروں سے نباہے — اگر ہے تو دنیا میں مشکل یہی ہے

(۷۲) كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا = بہت ممکن ہے کہ محتاجی کفر ہو جائے۔

ولی کا شعر ہے :-

مفلسی سب بہار کھوتی ہے — مرد کا اعتبار کھوتی ہے

سر سید لکھتے ہیں :-

"پیٹ ایسی چیز ہے کہ دین رہے یا جاوے، خدا ملے یا نہ ملے اُس کو بھرنا چاہئے" (تہذیب الاخلاق ص۱۵۲۔ دین اور دنیا کا رشتہ)

ریاض اپنے طور پر کہتے ہیں :-

سچ یہ ہے کہ زندگی ہو یا موت — ہر چیز بُری ہے مفلسی کی

(۷۳) لَا يُلَامُ الْمَرْءُ فِيْ حُبِّ الْعَشِيْرَةِ = انسان کو اس کے کنبہ والوں کی محبت کی وجہ سے ملامت نہ کی جائے ـــــ نظم طباطبائی کہتے ہیں :-

لا یلام المرء فی حب العشیرۃ یاد رکھ

پھر ملامت بھی کرے کوئی تو کچھ پروا نہ کر (پند سود مند)

(۷۴) لَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ اِرْضَخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ لَا تُوْكِيْ فَيُوْكِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ لَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ = (اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا) نہ بند رکھ، پس خدا بھی بند رکھے گا، کچھ راہِ خدا میں دیا کر جتنا تجھ سے ہو سکے، نہ باندھ رکھ کہ خدا بھی باندھ رکھے گا۔ اور گن کے مال نہ رکھ کہ خدا بھی تجھے گن کر دیگا۔

ہاتھ روکنا اردو میں ہے۔ آتش کہتے ہیں :-

لذتِ زخم سے محروم نہ رکھے قاتل — ہاتھ کو اپنے نہ خیرات سے انساں روکے

اسی مضمون سے متاثر ہو کر سودا نے لکھا تھا:۔

ہاتھ پھیلائیے جا زیرِ فلک کس کے حضور — دستِ ہمت نظر آتا ہی جہاں کا بہ بغل

حاتم کہتے ہیں:۔

وہی ہی مرد اس عالم میں جس کے بیچ ہمت ہی — کہ ہمت سی جہاں میں نام کو حاتم کے عزت ہے

ذوق نے بھی یہیں سے ہمت و سخاوت کا مضمون لیا ہے:۔

دستِ ہمت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ — پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

(۷۵) لَيْسَ الْغِنىٰ عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ اِنَّمَا الْغِنىٰ غِنَى النَّفْسِ = نہیں ہے غنا، اسبابِ دنیا کی کثرت سے۔ غنا حقیقت میں دل کا غنا ہے۔

سعدی کہتے ہیں:۔ (۱) ع آنانکہ غنی تر اند محتاج تر اند[1]

(۲) ع توانگری بدل ست نہ بہ مال

درد کا شعر ہے:۔

ہمت رفیق ہووے تو فقر سلطنت ہی — آتا ہے ہاتھ یعنی یاں تختِ دل کے ہاتھوں

ذوق کہتے ہیں:۔

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے — دنیا کے زر و مال پہ میں تُف نہیں کرتا

رشک کا شعر ہے:۔

لازم یہ ہے سوال کو سمجھو سوالِ قبر — سامان میں فقیر رہو، دل غنی رہے

(۷۶) اِبْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ = خیرات اُن لوگوں سے شروع کر جن کی تو کفالت کرتا ہے۔

انگریزی میں بھی کہتے ہیں:۔

Charity begins at home

فارسی میں کہتے ہیں، اول خویش بعدہٗ درویش

---

[1] ڈپٹی نذیر احمد نے بنات النعش میں اسی عنوان پر ایک باب باندھا ہے۔

اردو میں بھی اسی طرح بولتے ہیں ۔ ڈپٹی نذیر احمد (لکچروں کا مجموعہ ۔ ۲/۲۵۶) فرماتے ہیں :۔

"اول خویش بعدہ درویش کے . . . . مطابق اس کی کوشش مسلمانوں کے گروہ میں محدود تھی"

اردو میں اس طرح بھی بولتے ہیں "اپنے سے بچے تو اور کو دے"

(۷۷) اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی = اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے ــــــ

(یعنی دینے والا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے)

دینے لینے کے لئے ہاتھ لمبا کرنا اور ہاتھ اونچا کرنا اردو میں مستعمل ہے ۔

حاتم کا شعر ہے :۔

اُسی کو خلق کہے ہے جہاں میں طالع مند　　　کرے جو دستِ گدا کی طرف کو دست بلند

میر کا شعر ہے :۔

آگے کسو کے کیا کریں دستِ طمع دراز　　　وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے

امیر مینائی کہتے ہیں :۔

امیر پائے طلب جب سے توڑ کر بیٹھے　　　کبھی نہ ہاتھ سوے اغنیا بلند ہوا

حدیث پاک میں سخاوت کے لیے لمبا ہاتھ بھی مستعمل ہے ۔ مثلاً :۔

اَسْرَعُکُنَّ لَحَاقًا بِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا = (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ) تم میں سے میرے ساتھ جلد تر ملنے والی وہ بیوی ہے جس کا ہاتھ[1] زیادہ لمبا ہے (یعنی سخی ۔ لمبے ہاتھ والے کو کہتے ہیں) ۔

(۷۸) یَعْرِفُ الْفَضْلَ لِاَھْلِ الْفَضْلِ ذُوالْفَضْلِ = اہلِ فضل کے درجے کو اہلِ فضل ہی جانتا ہے ۔

ــــــ قدرِ گوہر شاہ داند یا بداند جوہری ــــــ ذوق کہتے ہیں :۔

گہر کو جوہری، صراف زر کو دیکھتے ہیں　　　بشر کو دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہیں

داغ کا شعر ہے :۔

گہر کی آبرو ہے جوہری سے　　　بڑا پایا تو مول اچھا نہ پایا

---

[1] حضرت زینب بنت جحش سب سے پہلے فوت ہوئیں کیونکہ وہ سب سے زیادہ سخی تھیں حالانکہ ہاتھ کی لمبائی حضرت سودہؓ کی سب سے زیادہ تھی ۔

(۷۹) إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ لَتَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيدُ = بے شک دل بھی زنگ آلود ہوتے ہیں جیسے لوہا زنگ آلود ہوتا ہے :-

سودا نے دل کے زنگ کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

غش بہم پہنچا نہ محرومِ تجلّی، دل کو رکھ　　　صیقل اس آئینے کی گردِ شکستِ زنگ ہے

حاتم کا شعر ہے :-

مظہرِ حق کب نظر آتا ہے ان شیخوں کے تئیں　　　بس کہ آئینے پہ ان آہن دلوں کے زنگ ہے

(۸۰) شَرُّ الْعَمٰى عَمَى الْقَلْبِ = بُرا اندھاپن دل کا اندھاپن ہے ___ کوردل، کور باطن۔[۵۱]

سر سید لکھتے ہیں :- "(حرمین شریفین میں) خواجہ سرا معیّن ہیں۔ یہ سب خلافِ شرع ہیں اور جو مسلمان ہیے کے پھوٹے اور دل کی آنکھوں کے اندھے ان کو اچھا جانتے ہیں محض جاہل ہیں" (دافع البہتان عقیدہ ۲۵)

ڈپٹی نذیر احمد نے مرآۃ العروس (باب اوّل) میں لکھا ہے :-

"شاید کوئی بھی ایسا سنگدل نہ ہوگا جس کو آنکھوں کی معذوری اور بے کسی پر رحم نہ آتا ہو لیکن دل کے اندھے جن کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا ان سے کہیں زیادہ قابلِ رحم ہیں۔"

(۸۱) اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ[۵۲] = جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

غالباً انیس کا مصرع ہے :-

ع　　کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے

دبیر کا مصرع ہے :-

ع　　زیرِ قدمِ والدہ فردوسِ بریں ہے

---

۵۱ اردو میں قرآنی محاورات۔ نمبر ۶ کے ذیل میں بھی دیکھیں۔

۵۲ والدین کے لیے ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے کہ :-

هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ

= وہ دونوں تیرے لیے جنت اور دوزخ ہیں (یعنی ان کی وجہ سے تجھے جنت یا دوزخ ملے گی)۔

(۸۲) انّ ابواب الجنۃ تحت ظلال السیوف ۔ بے شک جنّت کے دروازے تلواروں کے سایے میں ہیں ـــــ مسلمانوں نے ہر زمانے میں اسی طرح جنت حاصل کرنی چاہی ہے۔

مولوی خرم علی بلہوری کی نظم جہادیہ کا ایک شعر ہے:۔

اے برادر تو حدیثِ نبوی تو سُن لے　　　باغِ فردوس ہے تلواروں کے سایے کے تلے

اقبال کے ذہن میں یہی حدیث ہوگی جب یہ شعر کہا ہوگا:۔

تیغوں کے سایے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں　　　خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا (ترانۂ ملی)

اقبال نے "شکوہ" میں بھی کہا ہے:۔

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لیے　　　اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لیے

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لیے　　　سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لیے

قوم اپنی جو زر و مالِ جہاں پر مرتی　　　بُت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

(۸۳) اُحثُوا فِی وُجُوہِ المَدَّاحِینَ التُّرَابَ ۔ مداحوں (خوشامدیوں) کے منہ میں خاک ڈالو ـــــ

خوشامدیوں کا ذکر حالی (مسدّس) نے کیا ہے:۔

خوشامد میں ہم کو وہ قدرت ہے حاصل　　　کہ انساں کو کرتے ہیں ہر طرح مائل

کہیں احمقوں کو بناتے ہیں عاقل　　　کہیں ہوشیاروں کو کرتے ہیں غافل

کسی کو اتارا کسی کو چڑھایا

یونہی سیکڑوں کو اسامی بنایا

خاک ڈالنا، چھوڑنا اور بے تعلق ہونا کے معنی میں اردو میں آتا ہے۔

امیر مینائی کہتے ہیں:۔

پچھتا رہے ہیں خون مرا کر کے کیوں حضور

اب اس پہ خاک ڈالیے جو کچھ ہوا، ہوا

(۸۴) تَنَصَّرُوا مِنْ هُمُوْمِ الدُّنْیَا مَا اسْتَطَعْتُمْ = دنیا کے رنج وغم سے جس قدر ممکن ہو فارغ ہو جاؤ۔

ع فارغ از فکر و غم و وسواس باش

اردو میں فارغ ہونا، "بے فکر اور آزاد ہونا" کے معنی میں بھی بولتے ہیں۔

میر کا شعر ہے:۔

کام تھے عشق میں بہت اے میر ہم تو فارغ ہوئے شتابی سے

اکبر الہ آبادی کہتے ہیں:۔

کارِ دنیا سے فراغت ہی عزیزوں کو نہیں پھر کہیں اُن سے اِلیٰ رَبِّکَ فَارْغَبْ کیونکر

(۸۵) کُوْنُوْا لِلدُّنْیَا اَضْیَافًا = دنیا کے لیے مہمان کے طور پر ہو جاؤ۔

اسیر لکھنوی کہتے ہیں:۔

ہوں رہروِ عدم مجھے دنیا سے کام کیا دُو روز دیکھنے کو یہ میلا ٹھہر گیا

انیس کہتے ہیں:۔

دنیا عجب سرائے فانی دیکھی ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا جو جاکے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

حسرت کا شعر ہے:۔

پھر آپ کہاں رہیں، کہاں ہم کچھ دن کے ہیں اور میہماں ہم

(۸۶) لَوْکَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَالٍ لَا ابْتَغٰی اِلَیْهِمَا ثَالِثًا = اگر انسان کے پاس دُو وادیوں بھر مال ہوتا تب بھی وہ تیسری وادی[1] کا طلبگار ہوتا۔

---

[1] اردو میں وادی کے مرادی معنی منزل بھی ہیں جیسا کہ امیر مینائی کہتے ہیں:۔

وائے قسمت پاؤں اپنے رہ گئے تھک کر امیر وادیِ مقصود جب دو چار منزل رہ گیا

ممنون نے بھی کہا ہے:۔

گزر کے وادیِ ہستی سے تھی فضائے عدم کہ کچھ بھی یاں سے وہاں تک نہ فاصلے نکلے

یہ حدیث حرص کی مذمت میں ہے ــــ سودا کا شعر ہے:۔

آرام پھر کہاں ہے جو دل میں ہو جائے حرص　　آسودہ زیرِ چرخ نہیں آشنائے حرص

ذوق کہتے ہیں:۔

منھ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے　　گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

داغ اپنے انداز میں کہتے ہیں:۔

غمِ دوجہاں بھی ہے کافی مجھے　　مگر آدمی کو قناعت نہیں

(۸۷) الدنیا مزرع الآخرۃ ۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

میر حسن کا شعر ہے:۔

یہ دنیا جو ہے مزرعِ آخرت　　فقیری میں ضائع کر و اس کو مت[1] (سحرالبیان)

حالی لکھتے ہیں:۔

"شاعر کبھی دنیا کی تحقیر کرتا ہے کہ وہ دارالغرور و دارالمحن ہے اور کبھی اس کی بڑائی اور عظمت اس لیے بیان کرتا ہے کہ وہ مزرعِ آخرت ہے" (دیباچہ دیوان)

(۸۸) ۔ ۔ کُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَۃِ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْیَا ۔ تم آخرت کے فرزند بن جاؤ اور دنیا کے فرزند مت بنو ــــ

مولوی رومی کہتے ہیں:۔

چیست دنیا از خدا غافل بُدن　　نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

فارسی کی طرح اردو میں بھی ابنائے زمانہ، ابنائے جہاں، ابنائے دنیا وغیرہ مستعمل ہیں ۔۔

ولی کا شعر ہے:۔

نہ پاوے دین کی لذت جسے دنیا کی خواہش ہے　　قفل ہے لذتِ دنیا حقیقت کے خزانے کا

---

[1] حاتم نے مزرعِ دنیا کے متعلق لکھا ہے:۔

مزرعِ دنیا میں دانا ہے تو ڈر کر ہاتھ ڈال　　ایک دن دینا ہے تجھ کو دانے دانے کا حساب

عزیز لکھنوی کا شعر ہے:۔

اُدھر نصیحتِ ناقوس ابنِ دنیا کو مکبّروں کی صدا اس طرف بصوتِ حَسن

اکبر الہ آبادی کہتے ہیں:۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

(۸۹) کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَاَنَّکَ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَعُدَّ نَفْسَکَ فِیْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ = رہ دنیا میں مسافر کی طرح یا کہ جیسے راہ چلتا اور گن لے اپنی جان کو قبر والے مُردوں میں۔

سعدی کہتے ہیں:۔

چو آہنگِ رفتن کند جانِ پاک چہ بر تخت مُردن چہ بر روے خاک

ذوق نے یہیں سے مضمون لیا ہوگا:۔

یہ اقامت ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

ذوق کا ایک اور شعر ہے:۔

سفرِ عمر ہے یارب کہ ہے طوفانِ بلا ہر قدم سیلِ حوادث کا ہے گرداب مجھے[1]

امیر مینائی کہتے ہیں:۔

اتنی وابستگی جہاں سے کیا شہر بیگانہ، تم مسافر ہو

(۹۰) اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ = دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنّت۔

مومن کا شعر ہے:۔

اے مرگ اس عذاب سے آکر چھڑا مجھے
مومن ہوں قید خانہ ہے دار الفنا مجھے (ترکیب بند)

---

[1] ذوق کا ایک اور شعر اس طرح ہے:۔

نفس کی آمد و شد ہے نمازِ اہلِ حیات جو یہ قضا ہے تو اے غافلو قضا سمجھو

اکبر الہ آبادی کہتے ہیں:۔

غفلت نے کر دیا جنھیں آزاد وہ ہنسیں　　میری نگاہ میں تو یہ دنیا ہی جیل ہے[1]

(۹۱) اذا کان امراؤکم خیارکم واغنیاؤکم سمحاءکم وامورکم شوری بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کان امراؤکم شرارکم واغنیاؤکم بخلاؤکم وامورکم الی نسائکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا۔

= جب تم میں سے بہتر لوگ تمہارے حاکم ہوں اور تم میں سے فیاض لوگ مالدار ہوں اور تمہارے کام باہمی مشورے سے ہوں تو تمہارے لئے زمین کے پیٹ سے اس کی پیٹھ اچھی ہے (یعنی تمہاری زندگی بہتر ہے موت سے) اور جب تم میں سے بد لوگ تمہارے حاکم ہوں اور بخیل لوگ امیر ہوں اور تمہارے کام عورتوں کے حوالے ہوں تو تمہارے لئے زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے (یعنی تمہاری موت بہتر ہے زندگی سے)۔

حالی نے مسدس کے دو بند اسی حدیث کی متابعت میں لکھے ہیں:۔

امیروں کو تنبیہ کی اس طرح پر　　کہ ہیں تم میں جو اغنیا اور تونگر
اگر اپنے طبقے میں ہوں سب سے بہتر　　بنی نوع کے ہوں مددگار و یاور
نہ کرتے ہوں بے مشورت کام ہرگز
اٹھاتے نہ ہوں بے دھڑک گام ہرگز

تو مُردوں سے آسودہ تر ہے وہ طبقہ　　زمانہ مبارک ملے جس کو ایسا
پہ جب اہلِ دولت ہوں اشرارِ دنیا　　نہ ہو عیش میں جن کو اوروں کی پروا
نہیں اُس زمانے میں کچھ خیر و برکت
اقامت سے بہتر ہے اس وقت رحلت

---

[1] منیر شکوہ آبادی کا یہ شعر بھی اسی مضمون سے قریب ہے:۔

اسیرِ دامِ علائق نکل سکے کیونکر　　کھلے ہوں سیکڑوں دروازے پر نہ راہ ملے۔

(۹۲) اِنِّیْ لَمْ اُوْمَرْ اَنْ اَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا اَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ = البتہ مجھ کو اس کا حکم نہیں ہوا کہ میں لوگوں کے دلوں میں سوراخ کروں اور نہ اس کا حکم ہے کہ ان کے پیٹوں کو چیروں۔ (یعنی مجھ کو ظاہر کا حکم ہے، دل اور پیٹ کی بات معلوم کرنا میرا کام نہیں ہے[1])۔

اردو میں دل میں سوراخ کرنا دوسرے معنی میں ہے (یعنی طعن و تشنیع سے دل آزاری کرنا) لیکن دل چیر کر دیکھنا، اردو کا محاورہ ہے۔

داغ یہیں سے مضمون لیتے ہیں:۔

ہوا ہے جب سے شہرہ اُس عدوئے دین و ایماں کا　　　کوئی دل چیر کر دیکھے عقیدہ ہر مسلماں کا

داغ ہی کا یہ شعر بھی ہے:۔

کہو تو ابھی چیر کر دل دکھا دیں　　　محبت ہماری زبانی نہیں ہے

(۹۳) اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ = ڈرو مظلوم کی بددعا سے کہ بے شک مظلوم کی بددعا میں اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں (مظلوم کی بددعا جلد قبول ہوتی ہے)۔ فارسی کا مشہور شعر ہے:۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ در وقتِ دعا کردن　　　اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

آہِ مظلوم اور فغانِ مظلوم کی تاثیر کا ذکر اردو میں بھی آتا ہے۔ مومن کا شعر ہے:۔

امنیت ایسی ہوئی دورِ حراست میں ترے　　　ڈھونڈھتی پھرتی ہے تاثیر فغانِ مظلوم

پھر آہ پڑنا، آہ لینا وغیرہ محاورے بھی اردو میں رائج ہوئے۔

ناسخ کہتے ہیں:۔

آہ پڑ جائے الٰہی تجھ پہ مجھ مخمور کی　　　محتسب تو نے صراحی کیا ہی چکنا چور کی

---

[1] حضرت سعدیؒ لکھتے ہیں:۔

ہر کرا جامہ پارسا بینی　　　پارسا دان و نیک مرد انگار

ور ندانی کہ در نہانش چیست　　　محتسب را درونِ خانہ چہ کار

داغ بھی یہیں سے اپنا مضمون لیتے ہیں :-

ہر اخترِ فلک کو یہ جانا شبِ فراق | سوراخ تیر آہ سے سقفِ کہن میں ہے

(۹۴) قیل وقال کرنا۔ شیخین کی حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے تین باتوں کو ناپسند فرمایا ہے :-

کرہ لکم ثلثا، قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال = تمہارے لیے ناپسند فرمایا ہے تین باتوں کو، قیل وقال، کثرتِ سوال اور مال کا ضائع کرنا۔

اردو میں قیل وقال، محض گفتگو کے لیے بھی مستعمل ہے اور بحث ومباحثے کے لیے بھی بولتے ہیں۔

اوج کا شعر ہے :-

زبانِ مرغِ خوش الحاں پہ قیل وقال اس کی | طرب فزا گل وبلبل میں بول چال اس کی

بحر لکھنوی کہتے ہیں :-

خدا کی شان کو دیکھو نہ قیل وقال کرو | بتوں کے طور سے بیٹھے رہو یہاں خاموش

(۹۵) تن من وارنا (جان فدا کرنا)۔ صحابۂ کرامؓ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کرتے تھے :-

فِدَاكَ نَفْسِيْ وَاَبِيْ وَاُمِّيْ = میری جان اور میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔

تن من نثار کرنا۔ تن من دھن قربان کرنا وغیرہ اردو میں مستعمل ہیں۔

میر حسن کہتے ہیں :-

گلے لگ کے رونے لگی زار زار | کیا اپنے تن من کو اس پر نثار

آتش کا شعر ہے :-

باہر اس سے ہم نہیں جو کچھ ہماری ہے بساط | جان حاضر ہے جو ہو مطلوب اُس دلخواہ کا

(۹۶) نفسی نفسی کا عالم۔ (اپنی اپنی ذات کی۔ خود غرضی)

قیامت کے ذکر میں حدیث میں آتا ہے کہ لوگ پریشانی کے عالم میں شفاعت کے لیے انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے "نفسی نفسی" (مجھے اپنی ہی پڑی ہے)۔

نور اللغات میں شرف کا شعر ہے :-

قیامت ہو رہی ہے دھوم ہے اک نفسی نفسی کی
گنہگاروں میں شاید امتحاں ہے اس کی رحمت کا

ڈپٹی نذیر احمد لکھتے ہیں :- " ابن الوقت اُن کا ہاتھ پکڑے ہوئے آگے آگے تھا - وہ ایسا نفسی نفسی کا وقت تھا کہ کوئی کسی کے حال سے معترض نہ ہوتا تھا " (ابن الوقت - تیسری فصل)

(۹۷) صلہ رحمی کرنا - (قرابت کا حق ادا کرنا) -

حدیث میں ہے :- من سرّہ ان یبسط اللہ تعالیٰ لہٗ فی رزقہٖ وان یُنسأ لہٗ فی اثرہٖ فلیصل رحمہٗ = جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی روزی میں اللہ تعالیٰ کشادگی کرے اور اس کی عمر میں برکت دے تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے -

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو صلہ رحمی یعنی قرابت کا حق ادا نہ کرے گا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا " [1]

عزیزی ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں :- " (حاجی محمد رفیع مرحوم) صلہ رحمی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے - اپنے اور بیگانے سب سے ملتے تھے . . . " (مقدمہ سراج منیر ص ۱۰)

(۹۸) انگشت نمائی - حدیث میں ہے :- کفی بالمرء من الاثم ان یشار الیہ بالاصابع = کافی ہے انسان کو یہ گناہ کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے -

فارسی میں اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کو غیب سے یہ آواز سنائی دی تھی کہ :-

روزے کہ تو مہ شدی نمی دانستی   کانگشت نمائے عالمے خواہی بود
امروز کہ زلفت دلِ خلقے بربود   درگوشہ نشست نمی دارد سود

---

[1] مولانا سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ (جلد ششم) میں صلہ رحمی پر تفصیل سے بحث کی ہے -

اردو میں عموماً رسوائی کے لیے انگشت نمائی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً :۔

"انگشت نمائی کے ساتھ سرگوشیاں بھری بزم میں ہونے لگیں" (نثرِ ریاض ۔ ص۵۶)

ڈپٹی نذیر احمد لکھتے ہیں :۔ "ایسے لوگوں کی شہرت نہ کثرت کی وجہ سے بلکہ صرف اس سبب سے کہ انھوں نے دنیا سے نرالی اور انوکھی بات اختیار کی نکو اور انگشت نما ہو گئے" (ابن الوقت ۔ فصل ۲۸)

(۹۹) ایک ہاتھ کی خبر دوسرے کو نہ ہونا (کسی کو کبھی دینے دلانے کی خبر نہ ہونا)۔

حدیث ہے :۔ اِذَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَۃٍ بِیَمِیْنِہٖ فَاَخْفَاھَا عَنْ شِمَالِہٖ = جب صدقہ کرے دائیں ہاتھ سے تو اس کو پوشیدہ رکھے اپنے بائیں ہاتھ سے ۔

"وہ دینے والے کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو قبروں میں جا سوئے" (جوہرِ قدامت ص۱۴۵)[1]

منیر شکوہ آبادی نے اسی مضمون سے متعلق یہ شعر کہا ہے :۔

بخشش کی آبرو نہیں رہتی نمود سے — یوں چھپ کے دو کہ دستِ گدا کو خبر نہ ہو

(۱۰۰) ہاتھ پر ہاتھ مارنا (قول و قرار کرنا ۔ شرط کرنا)

یہ محاورہ بیعت کے اس طریقے سے ماخوذ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے بیعت لیتے تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر بیعت لیتے ـــــ سودا کا شعر ہے :۔

یہ کہہ کر سب نے مارا ہاتھ پر ہاتھ — کہ ہے یہ قول ہم ہیں آپ کے ساتھ

(۱۰۱) باون تولے پاؤ رتی ۔ یہ محاورہ چاندی کی زکوٰۃ کے نصاب سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے ـــــ (یعنی بالکل صحیح تول) ۔

ڈپٹی نذیر احمد کہتے ہیں :۔ "کسی نے کیا اچھی تُلی ہوئی باون تولے پاؤ رتی کی بات کہی ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ . . . ." (الحقوق والفرائض)

(۱۰۲) اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے ـــــ خرید فروخت کے سلسلے میں نقد خریداری کے لیے حدیث میں یداً بید آتا ہے ـــــ یعنی نقد معاملہ ہے ۔

---

[1] بحوالہ اردو لغت جلد اول (ترقی اردو بورڈ ۔ کراچی ۱۹۷۷ء)

نظیر اکبرآبادی کا مشہور شعر ہے :-

کل جُگ نہیں، کرجگ ہے یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے، اِس ہات دے اُس ہات لے

قدر بلگرامی کہتے ہیں :-

ہے نتیجہ ترے عمل کے ساتھ　　دے تو اس ہاتھ اور لے اُس ہات

(۱۰۳) کمر بستہ ہونا -

حدیث میں ہے :- اذا دخل العشر احیا اللیل وایقظ اھلہ وجدّ وشدّ مِیْزَرَہٗ = جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ رات بھر بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے اور کوشش کرتے اور (ازار باندھنے کی جگہ یعنی) کمر باندھ لیتے۔

اردو میں آمادہ ہونا، تیار ہونا کے معنی میں مستعمل ہے۔ حاتم کہتے ہیں :-

کچھ دور نہیں منزل اُٹھ باندھ کمر حاتم　　تجھ کو بھی تو چلنا ہے کیا پوچھے ہے راہی سے

انشا کا مشہور شعر ہے :-

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں　　بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں[1]

(۱۰۴) سویا اور مرا برابر ہے -

حدیث میں ہے :- النوم اخو الموت = نیند موت کا بھائی ہے۔ یعنی نیند موت کے برابر ہے۔

اردو میں "سویا اور مرا برابر ہے" بھی بولتے ہیں اور زیادہ سونے کو "مُردے سے شرط بد کے سونا" "مُردے سے شرط باندھ کے سونا" بھی بولتے ہیں۔ اسی مضمون سے قریب آتش کا شعر ہے :-

فرقتِ یار میں مردہ سا پڑا رہتا ہے　　روح قالب میں نہیں جسم ہے تنہا باقی

---

[1] لیکن امید رکھنا کے معنی میں بہادر شاہ ظفر لکھتے ہیں :-

کیا کمر باندھے امیدِ وصل پر عاشق ترا　　کٹ گئی اس کی تو اب تیغِ تغافل سے کمر

داغ کہتے ہیں:۔

نصیب سوئے تو بیدار کوئی ہوتا ہے　　　　کہ شرط باندھ کے مُردے سے وہ تو سوتا ہے

شوق قدوائی کا شعر ہے:۔

پہرے والا کچھ ایسا کھویا　　　　مُردوں سے وہ شرط بدکے سویا

(۱۰۵) عاق کر دینا۔

"العاقُ لوالدیہ" ۔ اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا ــــ عاق ۔ عاق کرنا ۔ عاق ہونا وغیرہ، اردو میں مستعمل ہیں جو نافرمان اولاد کے لیے بولتے ہیں ۔ جائداد سے محروم کر دینے کے معنی میں "عاق کرنا" اردو میں مستعمل ہے ۔

سودا نے ایک کنجوس امیر کے متعلق مثنوی میں لکھا ہے:۔

چاہتا تھا کرے یہ اس کو عاق　　　　اور ماں کو بھی اس کی دیدے طلاق

مولوی محمد اسمٰعیل حنیفی لکھتے ہیں:۔

"اسلام میں متبنّیٰ کوئی چیز نہیں ۔ اور اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو عاق کر دے تو وہ بیٹا شرعاً باپ کی وفات کے بعد ترکہ سے محروم نہیں ہوگا۔" [1]

(۱۰۶) ناقص العقل ہونا (عورتیں مراد ہیں) ۔

ایک حدیث میں سے ایک جُزیہ ہے:۔ مَا رَأَیْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِیْنٍ ۔ میں نے ناقص عقل اور دین والی عورتیں نہیں دیکھیں ۔

رجب علی بیگ سرور نے فسانۂ عجائب میں لکھا ہے:۔

"جانِ عالم نے کہا، تم بھی کتنی عقل سے خالی، حُمق سے بھری ہو ۔ ۔ ۔"

ڈپٹی نذیر احمد (مرآۃ العروس میں) لکھتے ہیں:۔

"عام دستور کے مطابق ہم تو عورتوں کی کچھ قدر نہیں دیکھتے ناقصات العقل تو اُن کا خطاب ہے ۔ ۔"

---

[1] قانونِ وراثت ۔ میرٹھ ۔ ۱۹۲۲ء صفحہ ۶ ۔

(۱۰۷) اَلشَّبَابُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ = جوانی دیوانی

حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں :۔

در عنفوانِ جوانی چنانکہ افتد دانی

اردو شاعروں نے بھی اس موضوع پر بہت لکھا ہے۔ امیر مینائی کا شعر ہے :۔

دل لگایا تو کیا گناہ کیا! — نوجواں لوگ کیا نہیں کرتے

(۱۰۸) لَمْ یُحْرَمْ مَنْ فُصِدَ لَہٗ = جس کا تھوڑا سا مطلب پورا ہوگیا وہ محروم نہیں۔

انگریزی میں ہے :۔

Something is better than nothing

غالباً اسی سے تھوڑا سمجھنا اور تھوڑا جاننا محاورے بن گئے ہیں۔

منیر شکوہ آبادی کا شعر ہے :۔

فتنہ سمجھے قدِ کوتاہ کو بوٹا جانا — دل میں انصاف کرو کیا نہیں تھوڑا جانا

قدر بلگرامی کہتے ہیں :۔

اس زلف نے دماغ پریشان کر دیا — تھوڑا ہے قدر جو تجھے سودا نہ ہوگیا؟

ذوق نے اس حدیث سے قناعت کا مضمون باندھا ہے :۔

گر خدا دیوے قناعت ماہِ یک ہفتہ کی طرح — دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انساں چھوڑ کر

کمال جبل پوری کا شعر ہے :۔

کیوں کرے کوئی زیادہ سے زیادہ کی ہوس[۱] — جس کو تھوڑا بھی ملا ہے وہ کہیں محروم ہے؟

---

[۱] میر نے مایوسی میں کہا ہے :۔

حاصل کوئی امید ہوئی ہو تو میں کہوں — خوں ہی ہوا کیے ہیں مرے دل میں سارے چاؤ

عزیزی ڈاکٹر نجم الاسلام نے لکھا ہے :۔

تو بھی محروم نہیں، تو نے بھی کچھ تو پایا — بھاگتے بھوت کی لے دوست لنگوٹی ہی سہی

پروفیسر حضور احمد سلیم نے اس طرح بھی ایک جگہ لکھا ہے :۔

یہ کیا دیکھنا شے بڑی ہے کہ چھوٹی — غنیمت سمجھ بھاگتے کی لنگوٹی

(۱۰۹) اِنَّ مِنَ الْعِصْمَۃِ اَنْ لَّا یَقْدِرَ۔ عصمت میں سے یہ بھی ہے کہ قدرت نہ ہو۔

(عصمتِ بی بی از بے چارگی) [1]

حالی کہتے ہیں:۔

(۱) جانتے ہیں آپ کو پرہیزگار عیب کوئی کر نہیں سکتے اگر

(۲) رکا ہاتھ جب بن گئے پارسا تم نہیں پارسائی، یہ ہے نارسائی

(۱۱۰) لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ پہلوان وہ نہیں کہ جو لوگوں کو پچھاڑے۔ حقیقت میں پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت خود کو قابو میں رکھے۔

حضرت سعدی کہتے ہیں:۔

نہ مرد است آں بنزدیکِ خردمند کہ با پیلِ دماں پیکار جوید

بلے مرد آں کس ست از روی تحقیق کہ چوں خشم آیدش باطل نگوید

ذوق کا مشہور شعر ہے:۔

بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

ذوق اس طرح بھی کہتے ہیں:۔

جو مارے نفس کو اور کرلے اپنے غصے کو زیر بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر

(۱۱۱) کَرَمُ الْکِتَابِ خَتْمُہٗ۔ خط کی عزت اس کی مُہر ہے۔

اسی سے ولی نے یہ مضمون بنایا ہے:۔

اشک خوں آلود ہے سامانِ طغرائے نیاز

مُہرِ فرمانِ وفاداری ہے داغِ عاشقی

---

[1] اس موضوع پر حالی کے دیوان میں ایک قطعہ بھی ہے۔

منیر شکوہ آبادی کا شعر ہے:-

قتل نامہ مرا لکھو تو سہی　　　مُہر کردیں گے داغ حسرت کے

(۱۱۲) رُفِعَ الْقَلَمُ عَنِ النَّائِمِ وَالصَّبِیِّ وَالْمَجْنُوْنِ = سونے والے اور بچے اور مجنوں سے قلم اٹھالیا گیا (یعنی یہ لوگ مکلّف نہیں)۔

رشک کا شعر ہے:-

ہوں وہ سودائی کہ لکھواؤں گا جس سے خطِ شوق　　　منتشر کیسا کہ مرفوع القلم ہوجائے گا

(۱۱۳) جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ کَائِنٌ = قلم خشک ہوچکا ہے اس کے متعلق جو ہونے والا ہے۔

مومن کہتے ہیں:-

غلط کہ صانع کو ہو گوارا خراشِ انگشتہائے نازک
جوابِ خط کی امید رکھتے جو قول جفّ القلم نہ ہوتا

سالک کا شعر ہے:-

واعظ نے آج قائلِ جف القلم کیا　　　ہیں شکوہ سنجِ کارکنانِ قضا نہ تھا

مجموعۂ نظم بے نظیر میں ہے:-

جب تلک یہ لوگ ہیں جف القلم کے معتقد　　　یعنی جو ہونا ہے وہ مکتوب فی القرطاس ہے

بوستانِ خیال (جلد ششم۔ ۲۳۹) میں ہے:-

ہونے والی بات میں کیا بیش و کم　　　یاد رکھنا چاہئے جفّ القلم

(۱۱۴) مَصِیْرُکُمْ اِلٰی اَرْبَعَةِ اَذْرُعٍ = تم کو آخرکار چار ہاتھ بھر جگہ میں جانا ضروری ہے۔

ذوق کہتے ہیں:-

خون کے دریا بہ گئے عالم تہ و بالا ہوئے　　　اے سکندر کس لیے؟ دو گز زمیں کے واسطے؟

امیر مینائی کا شعر ہے:-

جس جگہ دو گز زمیں پائی گھڑی سمجھا میں گور　　　جب نئی دو چادریں دیکھیں کفن یاد آگیا

امیر اللہ تسلیم کا شعر ہے :-

دی پسِ مرگ نہ دو گز بھی زمیں بہرِ مزار　　بس ترا حوصلہ اے وسعتِ صحرا دیکھا

داغ کہتے ہیں :-

نہ دی گز بھر زمیں مرقد کو میرے　　کہا اس کوچے میں تربت کبھی تھی

حدیث کے اِن محاورات اور مضامین کے مطالعے کے بعد اہلِ علم حضرات خود فیصلہ کرلیں کہ اُن کی زبان وادب کس حد تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض وبرکات سے مستفید ہے اور بقولِ داغ یہ ماننا پڑتا ہے کہ :-

بات کرنی تک نہ آتی تھی تمہیں
یہ ہمارے سامنے کی بات ہے

ضمیمہ

اوپر کی تقریروں میں لفظ "محاورہ" وسیع معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اب مزید چالیس حدیثیں عرض کی جاتی ہیں جن سے اردو نظم ونثر کسی نہ کسی صورت میں متأثر ومستفید ہے :-

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ صحابی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : مَا سُئِلَ رَسولُ اللّٰہ صلے اللہ علیہ وسلم شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کسی چیز کا بھی سوال نہیں کیا گیا کہ جس کے جواب میں آپ نے لا فرمایا ہو) اسی حدیث کا مفہوم فارسی میں کسی نے اس طرح ادا کیا ہے :-

نہ رفت لا بزبانِ مبارکش ہرگز　　مگر بہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ

(۲) مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ (جو میرے مزار کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے)

مَنْ زَارَ تُرْبَتِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شفاعتی　　اُن پر درود جن سے نویدان بشر کی ہے (مولانا احمد رضا خان)

(۳) مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ (میرے حجرہ اور منبر کے درمیان جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے) -

(۴) اردو میں لبیک اور مرحبا اکثر مواقع پر بولا جاتا ہے:- (الف) جب احرام باندھتے ہیں تو تلبیہ کہتے ہیں یعنی اس طرح :- لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک، لاشریک لک -

(ب) مَرْحَبًا بِقَوْمٍ قَضَوُا الْجِهَادَ الْاَصْغَرَ - (مرحبا ان لوگوں کے لیے جو چھوٹے جہاد سے فارغ ہوئے) *

(۵) مَنِ انْقَطَعَ اِلَى الدُّنْيَا وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَيْهَا (جو شخص دنیا کی طرف ہمہ تن مائل ہوگا اللہ تعالیٰ اُسے دنیا ہی کا کر دیگا)

(۶) اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ (میں تیری رضامندی کی پناہ مانگتا ہوں تیرے غصے سے اور تیری معافی کی تیرے عذاب سے) رضا و تسلیم یہ ہے کہ بندہ ہر وہ چیز جو قضائے الٰہی سے اس پر جاری ہوئے مکروہ نہ سمجھے اور اللہ کا بندے سے راضی ہونا یہ ہے کہ وہ اس کو ہر امر کا فرماں بردار اور ہر نہی سے پرہیزگار دیکھے۔

(۷) عِشْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ (تو کتنا بھی زندہ رہے مگر مرنے والا ضرور ہے)

(۸) اٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى (تم فانی پر باقی کو ترجیح دو)

(۹) اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ (دانا وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع کیا)

(۱۰) وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا (اور عاجز وہ ہے جس کے نفس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی) -

- مار ڈالا ہم کو اس کم بخت نے   نفسِ امارہ مگر مرتا نہیں   (تسلیم)

(۱۱) اَجْمِعِ الْاِيَاسَ مِمَّا فِيْ اَيْدِي النَّاسِ (پوری طرح مایوس ہو جا اس سے جو لوگوں کے ہاتھ میں ہے) -

(۱۲) قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مُرًّا (سچ کہو اگرچہ وہ تلخ ہو)

سچ بات کڑوی لگتی ہے۔ سچ بولنا آدھی لڑائی مول لینا ہے -

(۱۳) مَا مِنْ جُرْعَةٍ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا رَجُلٌ اَوْ جُرْعَةِ صَبْرٍ عَلٰى مُصِيْبَةٍ

(اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی گھونٹ اس غصے کے گھونٹ سے زیادہ محبوب نہیں جسے کوئی شخص پی جاتا ہے -

یا صبر کا وہ گھونٹ جو مصیبت پر پیا ہو -)

(۱۴) خَيْرُ الْمَالِ سِكَّةٌ مَأْبُوْرَةٌ وَفَرَسٌ مَأْمُوْرَةٌ (بہتر مال کھرا سکہ اور مطیع گھوڑا ہے) کیونکہ ان کی قیمت ہر جگہ ہوتی ہے -

(۱۵) سَيِّدُ الْاِدَامِ الْمِلْحُ (سالن کا سردار نمک ہے) کھانے میں نمک سے لذت پیدا ہوتی ہے -

* نہ بلائیں گے وہ نہ آئیں گے   جوشِ لبیک و مرحبا کب تک   (مومن)

(۱۶) اَلْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَمِ (فکر آدھا بڑھاپا ہے) فکر آپڑنا۔ فکر میں گھل جانا۔ فکر کا کھائے جانا وغیرہ اردو میں مستعمل ہیں:۔

(۱۷) لَا تَسْخَرْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ (کسی شخص کا مذاق نہ اڑا) تضحیک کرنا، مذاق اڑانا، ہنسی کرنا، تمسخر کرنا۔ ہر جگہ اخلاقی بیماری سمجھی جاتی ہے۔

(۱۸) وَلَا تَقْطَعْ اَقْرِبَائِكَ (اور مت قطع تعلق کر اپنے اقرباء سے) "قطع تعلق" اردو میں عام ہے۔

(۱۹) اَلتُّؤْدَةُ فِي كُلِّ شَيْئٍ اِلَّا فِي اَمْرِ الْاٰخِرَةِ (ہر چیز میں آہستگی بہتر ہے مگر آخرت کے کاموں میں) یعنی نیک کاموں میں جلدی کرنا چاہیے۔ ع در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست

(۲۰) اَلْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ (جلدی کا کام شیطان کا)۔

(۲۱) لَيْسَ مِنَ الْعَدْلِ الْقَضَاءُ بِالظَّنِّ (گمان پر حکم دینا انصاف نہیں ہے) جب تک پورا ثبوت نہ ہو کسی کو سزا نہیں دے سکتے۔ آج بھی قانون میں شبہ کا فائدہ ملزم کو دیا جاتا ہے۔

(۲۲) حدیث میں ایک فقرہ آتا ہے: فَيَنْبُتُوْنَ نَبَاتَ الدِّمَنِ فِي السَّيْلِ (اس طرح اُگ آئیں گے جیسے نالے میں کوڑے کچرے کے مقام پر سبزہ اُگ آتا ہے) ایک محاورہ ہے کہ گھورے کے دن بھی پھر جاتے ہیں۔

(۲۳) اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةٌ وَفِتْنَةُ اُمَّتِي الْمَالُ (بیشک ہر امت کے لیے ایک فتنہ مقرر ہے اور میری امت کے لیے فتنہ مال ہے) مال و دولت کی وجہ سے جو فتنے کھڑے ہوتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اگرچہ زر ہے زمانے میں قاضی الحاجات   جو فقر سے ہے میسر، تونگری سے نہیں   (اقبال)

(۲۴) اَلْسِنَةُ الْخَلْقِ اَقْلَامُ الْحَقِّ (مخلوق کی زبانیں حق کے قلم ہیں) ع زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔

(۲۵) بُرْمَةُ الشِّرْكِ لَا تَفُوْرُ (شرکت کی ہانڈی جوش نہیں مارتی۔) ساجھے کی ہنڈیا چوراہے پر پھوٹتی ہے۔

(۲۶) شَبِيْهُ الشَّيْئِ مُنْجَذِبٌ اِلَيْهِ۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز   کبوتر با کبوتر باز با باز

(۲۷) شَيْبٌ وَّعَيْبٌ (بڑھاپا اور عیب) یک پیری و صد عیب۔ بڑھاپا اور کڑھاپا۔

(۲۸) صَاحِبُ الْحَاجَةِ اَعْمٰى (ضرورت مند اندھا ہوتا ہے)

(۲۹) مَثَلُ الْجَلِيْسِ السُّوْءِ مَثَلُ الْكِيْرِ۔ (بُرے ہم نشین کی مثال لوہار کی بھٹی ہے) بھٹی کے پاس بیٹھنے والے کے کپڑے خراب ہوجاتے ہیں۔ بعض علاقوں میں اسی طرح بولتے ہیں" لوہار کی دوستی میں کپڑے کالے"۔

(۳۰) عَدُوٌّ عَاقِلٌ خَيْرٌ مِنْ صَدِيْقٍ جَاهِلٍ۔ (دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہے)

(۳۱) عُذْرُهٗ اَشَدُّ مِنْ ذَنْبِهٖ (عذر گناہ بدتر از گناہ)

(۳۲) اَلْقَلْبُ بَيْتُ الرَّبِّ (دل خدا کا گھر ہے) راقم الحروف شاعر نہیں لیکن کبھی یہ شعر کہا تھا:۔

قلب را بیت الٰہی گفتہ اند — ایں زمیں را آسمانے دیگر است

(۳۳) دَارُ الظَّالِمِ خَرَابٌ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ (ظالم کا گھر ویران ہونا ہے اگرچہ ایک مدت کے بعد ہو)

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں — ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

(۳۴) مَنْ زَرَعَ حَصَدَ (جو بوئے گا وہی کاٹے گا)

(۳۵) مَنْ حَفَرَ لِاَخِيْهِ قَلِيْبًا اَوْقَعَهُ اللهُ فِيْهِ قَرِيْبًا (چاہ کن را چاہ درپیش)

(۳۶) قَلْبُ الْمُؤْمِنِ حُلْوٌ يُحِبُّ الْحَلَاوَةَ (مومن کا دل میٹھا ہے، مٹھاس اس کو پسند ہے)

اور دوڑائیے قیاس کہاں — جانِ شیریں میں یہ مٹھاس کہاں (غالب)

(۳۷) اَلْعِلْمُ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ (بچپن میں علم، پتھر پر نقش کی طرح ہے)

بعض لوگ نقش کالحجر بھی کہتے ہیں۔ جیسے ظفر نے لکھا ہے:۔

کتابوں میں دھرا کیا ہے بہت لکھ لکھ کے دھو ڈالیں — ہمارے دل پہ نقش کالحجر ہے تیرا فرمانا

(۳۸) عَلَيْكُمْ بِدِيْنِ الْعَجَائِزِ (بوڑھیوں کا دین اختیار کرو) یعنی بوڑھی عورتیں بہت راسخ العقیدہ ہوتی ہیں۔

(۳۹) اَلشَّاهِدُ يَرٰى مَا لَا يَرَى الْغَائِبُ (حاضر وہ چیز دیکھتا ہے جو غیر حاضر نہیں دیکھتا) آنکھ اوٹ پہاڑ اوٹ۔

(۴۰) اَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (بہتر دعا اللہ کا شکر ادا کرنا ہے) ۔مسلمانوں کے معاشرے میں الحمدللہ بہت بولا جاتا ہے۔ مزاج پوچھنے کے جواب میں، کھانا کھانے اور پانی پینے کے بعد، چھینک آنے پر، ڈکار آنے پر، کسی مصیبت سے نجات پانے پر، کسی کام کے اختتام پر اور دوسرے مواقع میں بھی بولا جاتا ہے

۔ الحمدللہ ۔

ضمیمہ ـ ۲ (اشاریہ)

حصہ اول

ضمیمہ - ۳ (چہل حدیث)

صحت نامہ

بارگاہ الٰہی میں عاجز مؤلف سرشار ہے کہ مقدس الفاظ کی کتابت میں بھی غلطیاں رہ گئی ہیں۔
صفحاتِ ذیل میں ناظرینِ کرام اس طرح تصحیح فرما کر ممنون فرمائیں:۔

صفحہ	سطر	لفظ
۷	۴	وابتغِ
۱۰	۷	ولا ینفقون
۲۹	۱۰	شماتۃً
۳۴	۳	ان تستغفر لھم سبعین
۵۱	۱۲	اَطولَ
۵۱	۱۵	مُعلّقتانِ
۵۳	۱	کتِفَیَّ
۶۵	۲	خواتِمُہٗ
۶۵	۹	کما تَدِینُ تُدانُ
۶۶	(حاشیہ)	القلبَ
۶۷	۴	اُسِیَّ اِلیھا
۷۱	۷	ینفعُ النّاسَ
۷۱	۱۲	حتی یُحِبَّ
۷۲	۱۱	من لا یَرحَم
۷۳	۹	مَنْ یُحرَمِ الرِّفقَ یُحرَمِ الخَیرَ

صفحہ	سطر	لفظ
۷۱	۱۶	وتُعطِی
۷۵	۱۶	ما استطعتَ
۷۸	۱	القلوبَ
۸۰	۱	تفرَّغُوا
۸۱	۱۳	اَبناءِ الدُّنیا
۸۵	۵	کَرِہَ
۸۵	۱۳	فَذاکَ
۸۶	۱۴	یُشارَ
۸۷	۶	اذا تصدّقَ
۹۲	۷	جفَّ
۹۴	۴	وَکَلَہٗ
۹۴	۹	ما یَکفی
۹۴	۱۱	نَفسُہٗ
۹۵	۵	اَقرِبائکَ

مطبع : اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پریس، اسلام آباد